فاہیان (ناول)



احمد عقیل روبی

الفیصل

لوک ورثہ
LOK VIRSA

ایمان

فاہیان

(ناول)

احمد عقیل روبی

زیر اہتمام

مشترکہ اشاعتی پروگرام

لوک ورثہ، اسلام آباد

الفیصل ناشران، لاہور

LOK VIRSA
لوک ورثہ

معروف چینی سیاح اور بدھ مت کے پیرو کار فاہیان کے سفر نامہ
ہند سے ماخوذ ناول

ناولیائی تشکیل
احمد عقیل روبی

ایگزیکٹو ایڈیٹر / پبلشر
عکسی مفتی

ایڈیٹر
سید محمد علی

A joint venture of
Lok Virsa , Islamabad
and
Al-Faisal Nashran, Lahore

الفیصل ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

پبلشر نوٹ

پاکستان کا لوک ادب صدیوں کی طبقاتی زندگی کا مظہر ہے۔ یہ کسی فرد یا گروہ کی اختراع نہیں بلکہ یہ صدیوں سے جاری بتدریج عمل اور مستقبل میں اپنے ہونے کے شعور کا پرتُو ہے۔ انسان نے شعور و آگاہی کی یہ منزلیں صدیوں میں طے کی ہیں۔ لوک رواج نہ صرف انسانوں کو مضبوط رشتوں میں باندھنے بلکہ ابلاغ عامہ کا ایک انتہائی اہم اور موثر ذریعہ بھی ہیں جس کی حقیقت سے پوری دنیا آگاہ ہے۔ ایک ایسے ملک میں جہاں شرح خواندگی پاکستان جتنی کم ہو اور جس کی زیادہ تر آبادی کا انحصار زراعت پر ہو لوک رواج ایسے معاشرے کے سماجی خدوخال وضع کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں اور ان کی اہمیت ابلاغ کے دیگر ذرائع سے بہت زیادہ ہے۔ یہ حقیقت پاکستانی لوک ادب کو ایک عملی چیز بناتی ہے۔ یہ ایک زندہ ورثہ ہے۔ یہ ورثہ میں ملنے والی چیزوں نہ کہ وراثت پر مشتمل ہے۔ اس چیز کی نمایاں اہمیت ہے۔ ہمیں اپنے بارے میں شعور کو ہر چیز پر مقدم رکھنا چاہیے۔

نسلی، علاقائی اور جغرافیائی حقائق سے آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں اور پاکستان سندھی، بلوچی، پنجابی اور پٹھان پر مبنی ایک کثیر الجہتی معاشرے پر مشتمل ہے تاہم ان سب کو لوک روایات اور مشترکہ رسوم ورواج نے ایک لڑی میں پرو رکھا ہے۔ اس کے برخلاف کچھ نظریاتی حقائق بھی ہیں جن میں سب سے اہم یہ ہے کہ پاکستان ملت اسلامیہ کا ایک اہم رُکن اور مشترکہ مذہبی اقدار پر مبنی ایک ملک ہے۔ یہ نظریہ کہ پاکستان کا علاقائی تہذیبی ورثہ یادِ ماضی پر مشتمل ہے جو وقت کے ساتھ فنا ہو جائے گا اور نظریاتی بندھنوں اور دورِ جدید کی تیز رفتار سائنسی ترقی کا ساتھ نہیں دے پائے گا، غلط ثابت ہو چکا ہے۔

ہمارا تجربہ یہ ہے کہ وقت کے ساتھ یہ معدوم ہونے کی بجائے ابھرتا ہے اور اکثر تو اہم اور طاقتور سیاسی ایشوز کی شکل اختیار کر لیتا ہے جنہیں عیار سیاستدان اپنی مطلب برآئی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ علاقائی ثقافت کو دبانے اور مذہب اور قومیت کے نام پر ان کی نفی کرنے سے اکثر بڑے گھمبیر مسائل جنم لیتے ہیں جن میں طبقاتی بے چینی اور سیاستدانوں کے ہاتھوں استحصال شامل ہیں۔ آج ہمیں ملک کے بیشتر علاقائی سیاسی معاملات میں یہی تہذیبی بحران نظر آتا ہے۔ بہت سے مسائل جن کا آج لوگوں کو سامنا ہے وہ سماجی اور تہذیبی نوعیت کے ہیں۔

علاقائی تہذیبیں پاکستانیوں کے لئے ایک خوشگوار ہم آہنگی اور بھائی چارے والی چیز ثابت ہوسکتی ہیں۔ ان تہذیبوں کے تنوع میں ہی ہمیں ایک واحدانیت نظر آتی ہے اور یہی اسلامی ثقافت کی روح ہے۔ اسلام علاقائی اختلاف اور ان کے فرق کا خیال رکھتا ہے۔

لوک ادب زیادہ تر زبانی روایات پر مشتمل ہے جس نے اسے جہاں پایا اور جیسا پایا محفوظ کرلیا۔ یہ صرف زبانی ادب نہیں بلکہ یہ انسان کی مادی نظریاتی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ ان زبانی روایات' ادب کو ضائع نہیں ہونا چاہیے اسے کتابی' تصویری اور صوتی ہرصورت میں محفوظ ہونا چاہیے مگر۔۔۔ اسے ان صورتوں میں منجمد نہیں ہونا چاہئے۔ یہ الفاظ پر مشتمل ہونے کے باوجود انسانی زندگی کے دیگر غیر لفظی' یعنی Non verbal پہلوؤں پر محیط ہے۔ اس کی عظمت اس میں ہے کہ یہ انسان اور معاشرے کو ایک شناخت عطاء کرتا اور انہیں مکمل کرتا ہے۔

یہی فلسفہ' بلکہ میں اسے حقیقت کہوں گا' یہی حقیقت لوک ورثہ کے اشاعتی پروگرام کی بنیاد ہے۔ اس کے تحت ہماری کوشش ہے کہ پاکستان کی گوناں گوں' رنگ برنگ' ادھر اُدھر بکھری مٹتی اور ختم ہوتی اور ثقافتی اقدار و روایات کو یکجا کریں' انہیں کتابی صورت میں نہ صرف محفوظ کیا جائے بلکہ انہیں عملی زندگی میں برتنے' اور علم و حکمت کے ان خزانوں کو آج کی ترقی یافتہ اور تیز رفتار زندگی سے ہم آہنگ کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی تدابیر کی جائیں۔

عکسی مفتی

فہرست مضامین

☆..........☆..........☆

دیباچہ

عہد قدیم میں ہندوستان کا علاقہ غیر ملکی حملہ آوروں اور سیاحوں کے لئے مختلف بنا پر دلچسپی کا مرکز رہا ہے۔ کچھ حملہ آوروں نے اسے سونے کی چڑیا سمجھا۔ آئے، لوٹ مار کی اور واپس چلے گئے۔ کچھ کو آب و ہوا راس آ گئی، خوبصورتی دل کو بھا گئی۔ انہوں نے اپنا قیام طویل کرلیا۔ حکومت مستحکم کی اور عنان حکومت بیٹوں کو سونپ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ سیاحوں نے اسے تہذیب، ثقافت اور علوم وفن کا مرکز جانا۔ وہ آئے اور سب کچھ تحریروں میں سمیٹ کر پیدل آئے تھے پیدل واپس چلے گئے۔ ان کی تحریریں آج بھی آئینہ بن کر ہمیں اور آپ کو اس عہد سے روشناس کراتی ہیں۔ سیاح فاہیان ایسا ہی ایک چینی سیاح ہے۔ جو پہلا چینی ہے جس نے 329 عیسوی میں چین سے ہندوستان کا رخ کیا۔

فاہیان کا چین سے ہندوستان آنا سب سے مختلف ہے۔ اس کے سفر کو بدھ مت سے عقیدت کا سفر کہا جا سکتا ہے۔ اس کا سفر خالصتاً روحانی تھا ورنہ 65

سال کی عمر میں چین سے ہندوستان کا مشکل ترین سفر کرنے کی کون سوچ سکتا ہے۔ وہ بدھ کا ایک عقیدت مند اور مثالی بھکشو تھا۔ شیان کے عبادت خانے کی کوٹھری سے اسے باہر قدم نکالنے پر بھی اسے شاکیہ منی (بدھ) نے ہی مجبور کیا۔

فاہیان نے خود لکھا ہے کہ چین کے بدھ عبادت خانے کا حال نہ گفتہ بہ تھا، نہ کتابیں تھیں، نہ بدھ کا قانون، دینی اخلاقیات سے بھکشو لاعلم تھے۔ سارے چین میں بدھ مت پھیلا ہوا تھا لیکن بدھ مت کے اصولوں سے، قانون سے کوئی بھی واقف نہ تھا۔ فاہیان کو اس چیز کا بہت افسوس تھا۔ ایک رات وہ اسی سوچ میں ڈوبا سو گیا۔ اس کے خواب میں شاکیہ منی آئے اور کہا۔

"کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہان (چین) کی سلطنت میں ہر طرف بدھ مت پھیلا ہوا ہے لیکن بدھ کا قانون، بدھ کے اصول، بدھ کی اخلاقیات پر کوئی کتاب نہیں۔ تم ہندوستان جاؤ اور وہاں سے کتابوں اور سوتروں کا خزانہ اکٹھا کر کے لاؤ جو ہندوستان کی سرزمین پر پھیلا ہوا ہے۔"

شاکیہ منی یہ کہہ کر غائب ہو گئے۔ فاہیان کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے اس خواب کو شاکیہ منی کا حکم جانا اور ہندوستان کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ کچھ لوگوں کو اس نے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ بہت سے لوگوں نے اسے سمجھایا کہ 65 سال کی عمر میں اتنا لمبا سفر کرنا دانش مندی کی بات نہیں۔ فاہیان نے جواب دیا کہ یہ سفر نہ کرنا بے وقوفی اور شاکیہ منی کے حکم کی نافرمانی ہوگی۔ اگر تم میں سے کوئی نہ گیا تو میں اکیلا ہندوستان جاؤں گا۔ اس کی بات سن کر چند ساتھی جانے پر رضامند ہو گئے۔ چنانچہ یہ باہمت بوڑھا عزم اور استقلال کا ہاتھ پکڑ کر طویل ریگستان عبور

کرتا ہوا۔ بوتیان شین اجین (سوات) سکردو، لداخ، چھوچھاشی (ٹیکسلا) گندھارا، جلال آباد، غزنی سے ہوتا ہوا، اودھ، بنارس، متھرا، پائلی پتر، گیا، گدھ، قنوج اور چمپاولی سے سنگھالا (سیلون) چلا گیا۔ ان علاقوں میں اس نے 14 سال گزارے۔ گوتم بدھ کے ہر مقدس جگہوں کی زیارت کی جہاں گوتم پیدا ہوا، جہاں ریاضت کی، جہاں کپڑے دھوئے، جہاں اس نے دان دیا، جہاں ناستک برہموں سے مناظرہ کیا۔ جہاں اس نے بھیک مانگی جہاں کھانا کھایا، ساری مقدس جگہوں پر فاہیان نے دن گزارے عبادت خانوں میں رہ کر مقدس کتابیں نقل کیں۔ بھکشوؤں کی باتیں سن کر انہیں اپنی یادداشت میں محفوظ کیا۔ سینہ در سینہ چلنے والے علم، کہانیوں کو سنا اور سینے میں ڈھانپ کر رکھا۔ دو سال سنگھالا یعنی شیروں کی سلطنت میں گزارے۔ کتابیں اکٹھی کیں اور پھر ایک تجارتی جہاز میں بیٹھ کر چین کا رخ کیا۔ سمندری سفر کا عذاب سہہ کر چین پہنچ گیا۔ سن سی کے مندر میں بیٹھ کر کتابوں کا چینی میں ترجمہ شروع کر دیا۔ اپنے سفرنامے کو بانس کی پوروں پر تحریر کرنا شروع کر دیا۔ ہمت، محنت اور لگن سے یہ کام کیا اور پھر 86 سال کی عمر میں سن سی کے مندر میں ہی فوت ہو گیا......

فاہیان کہا کرتا تھا کہ جو کام عقیدت، لگن اور محنت سے کیا جائے زمانہ اسے کبھی فراموش نہیں کرتا۔ فاہیان نے بھی جو کام کیا اس میں عقیدت، محنت اور لگن شامل تھی چنانچہ زمانے نے اس کے کام کو فراموش نہیں کیا۔ اس کا کام آج بھی زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔

فاہیان کا اصل نام کنگ (K;ng) تھا۔ اس کا آبائی شہر

(Woyang)۔ فاہیان سے پہلے اس کے تین بھائی پیدا ہوئے لیکن دانت نکلنے سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔ فاہیان کے باپ نے سوچا چوتھا بیٹا بھی نہ چل بسے۔ وہ بُدھ مت کا پیرو تھا۔ چنانچہ چھوٹی عمر سے ہی وہ فاہیان کو بدھ کے عبادت خانے میں چھوڑ آیا۔ بھکشوؤں نے اس کا نام فاہیان رکھ دیا۔ جس کا مطلب ''قانون جاننے والا یا قانون کا ماہر ہے۔'' (جب کوئی بھکشو بننا چاہے تو اس کا خاندانی نام بدل دیا جاتا ہے۔ اس لئے King کے نام کو فاہیان میں بدل دیا گیا)

فاہیان بچپن ہی سے بدھ مت کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ دس سال کی عمر میں اس کا باپ فوت ہو گیا تو اس کا چچا اسے لینے کیلئے آیا اور کہا کہ وہ اب چل کر اپنے باپ کا کاروبار سنبھالے لیکن فاہیان نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں غلاظت اور ناپاک دنیا میں دوبارہ واپس نہیں جانا چاہتا۔ باپ کی تجہیز و تکفین کی آخری رسومات ادا کیں اور واپس عبادت گاہ میں چلا آیا۔ اور ساری زندگی بھکشو بن کر گزار دی۔ فاہیان گوتم بدھ کا اندھا عقیدت مند تھا۔ ساری زندگی گوتم کی اخلاقیات کی حدود میں گزار دی۔ شاکیہ منی (گوتم) نے خواب میں آ کر ہندوستان جانے کا حکم دیا تو ایک تھیلا اور لاٹھی لے کر سفر پر نکل کھڑا ہوا۔ 65 سال کی عمر میں ہندیاترا پر گیا تقریباً 14 سال وہاں گزارے۔ 30 سے زیادہ ممالک کی سیر کی۔ کتابیں حاصل کیں اور واپس چین آ گیا سن سی کی عبادت گاہ میں ہندوستانی سکالر بھکشو بدھ بھادرا کے ساتھ مل کر کتابوں کے چینی میں ترجمے کئے اور 88 سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔

فاہیان کا سفرنامہ چین کی امپیریل لائبریری میں تین مختلف ناموں سے ملتا ہے۔

(1) A record of Buddmistic Kingdoms.

(2) Narrative of Fahien in two books.

(3) Narrative of Fahien in one book.

لیکن بقول James Legge (جس نے فاہیان کے سفرنامے کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے) یہ تینوں کتابیں ایک ہی سفرنامے کی مختلف کاپیاں ہیں۔ جاپان اور کوریا میں فاہیان کے سفرنامے کو دو مختلف عنوانات سے چھاپا گیا ہے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

(1) Narrative of the Distinguished monk, Fahien.

(2) Incidents of Travels in India, by the sramana of the eastern Tain, Fahien, Recorded by Himselef.

جمیز لیگی (James-Legge) نے 1886ء میں فاہیان کے سفرنامے کا چینی زبان سے انگریزی میں ترجمہ کیا اور (Foot-Notes) کے ساتھ اسے شائع کیا۔ اس نے اس ترجمے میں پوری تفصیل سے لکھا ہے کہ کیسے ہانگ کانگ کے کونسلر نے مسودہ فراہم کرنے اور چینی سے ترجمہ کرنے میں کیسے اس کی مدد کی۔ 1886ء میں چھپا ہوا ترجمہ تو میرے پاس نہیں لیکن لوک ورثہ اسلام

آباد نے اس ترجمے کو دوبارہ شائع کیا ہے۔ ناول لکھتے ہوئے اس ترجمے کی کاپی میرے پاس ہے...... اس کے علاوہ پاکستان میں چینی سفارت خانے کے کلچرل قونسلر یوان وے شوئے کے ناول کا اردو ترجمہ جو انہوں نے اپنے چینی ناول سے کیا ہے۔ میں نے جمیز لیگی کے انگریزی ترجمے "A record of Buddhistic Kingdoms." اور جمیز لیگی کے حواشی (Foot-Notes) کو زیادہ سامنے رکھا ہے۔

فاہیان کا سفرنامہ کئی لحاظ سے بے حد دل چسپ ہے۔ فاہیان کی بدھ مت سے عقیدت، بوڑھاپے میں اتنا طویل سفر، سفر کی مشکلات اور ہندوستان میں بدھ کے مقدس مقامات کے بارے میں فاہیان کی بات چیت............ یہ سب کچھ قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ اگرچہ یہ سب کچھ پڑھتے ہوئے قاری کئی بار پہلو بدلتا ہے لیکن فاہیان کی بدھ مت سے عقیدت کا یہی تقاضا تھا۔ جمیز لیگی (James Legge) کے بقول

> "Much of what Fahien tells his readers of Buddhistic indeed unreliable and protesque but we have from him the truth as to what he saw and heard."

جمیز لیگی (James Legge) ٹھیک کہتے ہیں۔ فاہیان نے اپنی تمیں بادشاہوں کی ''بدھ یاترا'' میں جو دیکھا اور جو لوگوں سے سنا اپنے سفرنامے میں لکھ دیا۔ فاہیان کی دلچسپی اور مقصد بھی یہی تھا کہ بدھ مت اور گوتم بدھ کے بارے میں جو کچھ ملے، جو بھی سنے اسے لے کر چین چلا جائے اس کی باتوں پر کوئی یقین کرے یا نہ کرے۔ یہ اس کا مسئلہ نہیں۔ لیکن سنی سنائی ان باتوں کو تحریر میں لانا فاہیان کا دھرم اور فرض تھا۔ اس فرض کو اس نے بڑے سلیقے سے نبھایا ہے۔ تاریخی، تحقیقی، تنقیدی اور عمرانی اعتبار سے اس سفرنامے کا تجزیہ میرا مسئلہ نہیں۔ میں نے اسے پڑھا اور یہ ناول لکھ دیا جیسے اب آپ پڑھ رہے ہیں۔

فاہیان پر ناول لکھنے کی تحریک مجھے عکسی مفتی نے دلائی۔ عکسی مفتی فاہیان کو بے حد پسند کرتے ہیں۔ ان کی خواہش تھی کہ پڑھنے والے بھی فاہیان کو پسند کریں اور اس تہذیبی، ثقافتی ورثے سے واقفیت حاصل کریں جو فاہیان نے سینکڑوں سال پہلے اپنی تحریروں میں محفوظ کر دیا ہے۔

فاہیان جب ہندوستان آیا (329) تو ہندوستان کی بیشتر ریاستوں کے لوگ بدھ مت کے عقیدے کے پابند تھے۔ بھکشوؤں کی قدر کرتے تھے اور بدھ کی باتوں اور اس کے اقوال کو عام کرنے میں کوشاں رہتے تھے۔ شہروں اور بازاروں میں پتھروں کی سلوں اور لوہے کی لاٹوں پر بدھ کی اخلاقیات کا لکھ کر پرچار کیا جاتا تھا۔ مذہبی تہوار دھوم دھام سے منائے جاتے تھے اور ان تہواروں میں شرکت کے لئے دوسرے ملکوں سے بھی بھکشو آتے تھے۔ آنے والے بھکشوؤں کی بڑی قدر کی جاتی تھی۔ فاہیان نے کچھ مذہبی تہواروں میں خود بھی شرکت کی اور ان کا نقشہ اپنے

سفر نامے میں کھینچا ہے۔ مثلاً سنگھالا (سیلون) میں بدھ کے ''محترم دانت'' کا جلوس یا سیلون ہی میں ایک ارہن کی چتا کو جلانے کا نقشہ.......... ان آباد شہروں کے ساتھ ساتھ فاہیان نے ان اجڑے شہروں اور برباد سلطنتوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ جو کبھی بدھ مت کے اصولوں سے روشن تھا مگر اب وہاں مکمل سکوت اور اندھیروں کی حکمرانی ہے۔ مثلاً مگدھ، قنوج، گیا اور کپل دستو کا ذکر۔ ان کے ذکر میں اس نے ان ''نا قابل یقین'' کہانیوں اور مذہبی (Legends) کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ جو بدھ مت کے پیروکاروں کا مذہبی حوالہ تھیں جنہیں پڑھ کر اور سن کر وقتی طور پر دل اور دماغ حیران رہ جاتے ہیں۔ فاہیان کیونکہ بدھ کا دیوانہ تھا۔ اس لئے اس نے ان کہانیوں کو عقیدت اور محبت سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ اثر دوگنا ہو گیا ہے۔

فاہیان نے اس سفر نامے میں ہندو برہمنوں کی اس روایتی اور فطری نفرت کا بھی بار بار ذکر کیا ہے جو وہ بدھ مت کے بارے میں رکھتے تھے۔ اسے کئی بار ہندو برہمنوں کی اس شدید نفرت کا سامنا کرنا پڑا اور وہ مرتے مرتے بچا...... ایک بار چار کٹر برہمنوں نے اسے پکڑ لیا وہ فاہیان کو مار کر دیوتا کی بھینٹ کرنا چاہتے تھے۔ اسے درخت سے باندھ کر مارنا چاہتے تھے لیکن اچانک چار بھیڑیئے آ کر برہمنوں کو موت کے گھاٹ اتار گئے اور فاہیان کی جان بچ گئی۔ فاہیان کے عقیدے کے مطابق شاکیہ منی (گوتم بدھ) نے اس کی مدد کی تھی۔ سنگھالا (سیلان) سے چین کی طرف سمندری سفر میں بھی ہندو برہمنوں نے فاہیان کو دینی کتابوں سمیت سمندر میں پھینکنے کا منصوبہ بنایا۔ سمندری سفر میں 90 دن تک شدید طوفان اور باد و باراں کی قیامت جاری رہی۔ نہ پینے کو پانی نہ کھانے کو روٹی۔ لوگ مرنے

لگے۔ برہمنوں نے اس مصیبت کا سبب فاہیان کو قرار دے دیا اور جہاز کے عملے سے کہا......

''......یہ سب کچھ اس بوڑھے چینی بھکشو کی وجہ سے ہے۔ بوریوں میں بھر کر نہ جانے کیا چین لے جا رہا ہے۔ دیوتا اس سے ناراض ہو گئے ہیں اسے ان کتابوں کی بوریوں سمیت سمندر کی نذر کر دو۔ طوفان رک جائے گا......''

فاہیان کے ہندوستانی محافظ کی مداخلت کی وجہ سے فاہیان کی جان بچ گئی کیونکہ اس نے صاف صاف کہہ دیا......

''اگر تم نے فاہیان کی جان لینے کی کوشش کی تو میں چین جا کر چین کے بادشاہ سے کہہ دوں گا کہ تم لوگوں نے بدھ کے ایک بھکشو کی جان لی ہے۔ بادشاہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا کیونکہ بادشاہ بدھ مت کا پیروکار ہے۔''

محافظ کی یہ دھمکی کامیاب ثابت ہوئی۔ جہاز کے عملے نے فاہیان کو سمندر میں پھینکنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

فاہیان ہندوستان بدھ مت کی دینی اور اخلاقی کتابیں اکٹھی کرنے آیا تھا۔ ان کی تلاش میں وہ مقدس جگہوں اور عبادت خانوں میں گیا ان سے ملحق لائبریریوں میں کتابوں کی تلاش کی۔ چنانچہ اس نے عبادت گاہوں، کتابوں کے کمروں اور مقدس تعلیمی اداروں کا ذکر بڑی توجہ سے کیا ہے......مثلاً چھو چھا شی لو (ٹیکسلا) کی درس گاہ ...... جہاں، زراعت، سیاست، تاریخ، آرٹ، مذہب، ریاضی جغرافیہ اور دیگر علوم کی تعلیم دی جاتی تھی۔ طلبا دور دور سے آتے تھے۔ کلاسیں درختوں تلے ہوتی تھیں۔ طلبا بغیر قلم، کاپی بیٹھ کر استاد کی بات سنتے تھے۔ کتابوں کا

کمرہ الگ تھا...... طالب علموں اور استادوں کی رہائش گاہیں، سرخ سفید پتھروں کی بنی ہوئی تھیں۔ اس درس گاہ میں کنفیوشش کو پڑھایا جاتا تھا ...... یا پاٹلی پتر کی لائبریری جہاں نایاب کتابیں اور مخطوطے موجود تھے۔ کتاب کی حفاظت کی جاتی تھی۔ کتاب جاری نہیں کی جاتی تھی بلکہ پڑھنے والا کمرے ہی میں بیٹھ کر پڑھ سکتا تھا۔ فاہیان نے وہاں دو سال رہ کر کتابوں کی نقل کی اور مورتیوں کی تصویریں بنائیں۔

فاہیان جہاں جہاں سے گزرا وہاں کے رہن سہن، رسم و رواج اور عجیب و غریب واقعات کا ذکر کیا ہے اور یہی باتیں اس کے سفرنامے کو دلچسپ بناتی ہیں ...... فاہیان نے صحرا، پہاڑی علاقے اور میدانوں کا سفر کیا۔ ان میں وہ کن کن مصائب سے گزرا ان کی تفصیل اس نے دی ہے۔ ریگستان کا جان لیوا سفر بھوک پیاس موت اور زندگی کی کشمکش عمودی پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھنا، 700 سیڑھیوں کا خوفناک مرحلہ ...... رسیوں کے پل پر سانس روکنے والا لمحہ ...... اپنے دوستوں کی حالت، ان کی موت، برف باری کے مناظر وغیرہ ...... یہ سب کچھ اس نے دلچسپ انداز میں مختصر بیان کیا ہے۔ کہیں تفصیل سے اور کہیں وہ صرف اشارے کر کے گزر گیا ہے۔ خاص طور پر ریگستان اور سمندری سفر کی روئیداد بڑی دلچسپ ہے ...... اس سفر میں انسانوں کے علاوہ پرندوں، جانوروں اور خونخوار درندوں سے بھی اس کا واسطہ پڑا۔ ہاتھی، شیر، سانپ، بندر، خرگوش اور گلہری۔ مگر ان سب نے اسے نقصان نہیں پہنچایا۔ ہاتھی تو اس کا دوست بن گیا اور جنگل کے سفر میں اپنی موت تک فاہیان کے ساتھ رہا۔

میں نے اپنے ناول کا تانا بانا اسی سفرنامے کے مواد سے بنا ہے۔ میں نے ناول کو سفرنامہ نہیں بننے دیا۔ ڈھیر سارے مواد میں سے کچھ باتیں لے کر کہانی بنائی ہے لیکن Facts اور سچائیوں کو دھندلایا نہیں اور نہ ہی فاہیان کی کسی بات کو مرنے دیا ہے۔ صرف یہ کیا ہے کہ فاہیان کے سونے سے زیور بنانے کے لئے پیتل کا ٹانکا لگایا ہے جس کے بغیر کوئی ہنر مند سنار زیور بنا ہی نہیں سکتا۔

میں نے ناول اور سفرنامے کے فرق کو مدنظر رکھا ہے۔ فاہیان کے کھینچے دائرے میں رہ کر بات بنانے کی کوشش کی ہے اپنی بات میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے کچھ ایسے کرداروں کو آگے بڑھایا ہے جنہیں فاہیان راستے میں چھوڑ گیا تھا۔ کچھ نئے کردار تشکیل دیئے ہیں۔ میں نے ان کرداروں کے منہ میں فاہیان ہی کا فلسفہ، عقیدہ اور مفہوم ڈال کر اپنی بات کو آگے بڑھایا ہے ...... مجھے یقین ہے اگر فاہیان زندہ ہوتا اور یہ ناول پڑھتا تو اسے کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ میں نے اس ناول کو تحقیقی، تنقیدی، تاریخی اور مذہبی کتاب نہیں بنانا چاہتا تھا اس لئے غیر ضروری تفصیل اور تاریخی حقائق سے کنارا کیا ہے (لیکن سفرنامے کی تاریخی سچائی پر حرف نہیں آنے دیا) ...... جہاں مجھے مشکل پیش آئی میں نے حواشی لکھ دیئے تا کہ قاری کو الجھن نہ ہو۔ شہروں، ریاستوں کے موجودہ نام بھی لکھ دیئے ہیں تا کہ قاری کی اجنبیت ختم ہو اور وہ تحریر کے قریب تر رہ سکیں۔ مجھے تھوڑا سا یقین ہے کہ یہ کتاب پڑھ کر آپ اپنے آپ کو فاہیان اور اس عہد کے قریب ضرور پائیں گے جس عہد میں فاہیان ہندوستان آیا تھا۔ بہرحال یہ ناول فاہیان کے سفرنامے کی طرف جاتی ہوئی ایک چھوٹی سی پگڈنڈی ہے جس پر چل کر آپ یقیناً فاہیان تک پہنچ

جائیں گے۔

میں فاہیان کے سفرنامے، جیمز لیگی (James Legge) کے انگریزی ترجمے کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ دونوں کا شکریہ۔

چینی سفارتخانے کے ثقافتی قونصلر یوان وے شوئے اور لوک ورثہ کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر عکسی مفتی کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے ناول لکھنے کی تحریک دلائی ...... اس تحریک کا کیا نتیجہ نکلا۔ اس کا فیصلہ آپ کریں گے۔ کتاب آپ کے سامنے ہے۔ اگر یہ اچھی لگے تو یہ آپ کا حسن نظر ہے۔ اگر اس میں کوئی خامی دکھائی دے تو اس کی ذمہ داری میری فنی کوتاہی۔

احمد عقیل روبی

فاہیان (ناول)

یہ موتیولو[1] (متھرا) ہے

سانپ کی طرح بل کھا کر چلتا یہ دریا پونا ہے جس کے کنارے دور تک مندر ہی مندر نظر آتے ہیں۔ شہروں میں رونق، بازاروں میں چہل پہل ...... یہ سارے شہر موتولو ...... یا موتیولو[1] متھرا ہے۔ جہاں کرشن نے جنم لیا تھا...... بدھ دھرم کے یہاں ہزاروں بھکشو رہتے ہیں۔ عام آدمی سے لے کر بادشاہ تک بھکشوؤں کو دل کے تخت پر بٹھاتا ہے۔ لوگ بدھ دھرم پر چلتے ہیں۔ کوئی بھکشو مل جائے تو بادشاہ قالین بچھا کر اسے بٹھاتا ہے۔ پن دان کا ڈھیر لگا دیتا ہے۔ اپنے سر کا مکٹ یا تاج اُتار کر اسے سلام کرتا ہے ...... متھرا کے جنوب میں مدھیہ پردیش کا پرامن، خوش حال، سرسبز علاقہ ہے ...... نہ آبادی کا رجسٹر نہ لگان کا حساب کتاب ...... بادشاہ طاقت اور قانون سے حکومت نہیں کرتے۔ زمین بادشاہ کی، کاشت کار عوام، زمین چھوڑ کر جہاں جائیں، بادشاہ کی طرف سے کوئی پابندی نہیں۔ مجرموں کے لئے عبرت ناک سزائیں نہ ہونے کے برابر، مجرم کو جرم کی نوعیت کے مطابق جرمانہ

کیا جاتا ہے مگر وہ پھر بھی جرم سے باز نہ آئے تو دایاں ہاتھ کاٹ دیتے ہیں۔

مقامی شامین [۲] (بدھ دھرم میں بھکشو بننے کی پہلی سیڑھی) چینی زائرین کو لے کر مرکزی بازار سے گزرے تو بازار میں میلوں جیسی چہل پہل تھی۔ لوگ گھونگے اور کوڑیوں کے سکے دے کر روزمرہ کی چیزیں خرید رہے تھے۔ اچانک ہجوم میں ہلچل سی ہوئی۔ سڑک پر کھڑے لوگ اپنے اپنے دامن سمیٹ کر دائیں بائیں سمٹ گئے اور بازار کا درمیانی حصہ خالی ہو گیا۔ چینی زائر نے دیکھا تو دور سے اسے تین آدمیوں کی ایک ٹولی نظر آئی جن کے دائیں ہاتھ میں لمبے لمبے بانس تھے اور بائیں ہاتھ میں لکڑی کا ایک ٹکڑا تھا جس سے وہ بڑے بانس پر ضربیں لگا رہے تھے۔ بازار میں بانسوں کے ٹکراؤ سے ایک عجیب سا شور پھیل رہا تھا۔ سڑک کے دونوں طرف کے لوگ اس ٹولی کو نفرت سے دیکھ رہے تھے۔ مقامی شامی نے چینی زائروں کو پیچھے کی طرف دھکیلا اور بانس بجانے والے سر جھکا کر گزر گئے۔ چینی زائروں نے انہیں غور سے دیکھا اور پھر شامی [۳] سے پوچھا۔

''یہ کون ہیں''

یہ چن چھالو [۴] (چنڈال یعنی قابل نفرت) ...... ہم سور اور مرغیاں نہیں پالتے ...... گوشت نہیں کھاتے۔ جانوروں کو مار کر نہیں کھاتے۔ شراب نہیں پیتے۔ یہ چن چھالو سب کچھ کرتے ہیں۔ ان کی آبادی شہر سے باہر ہے۔ جب یہ شہر میں آتے ہیں تو بانس بجا کر آتے ہیں تاکہ دوسرے لوگ ان سے دور رہیں اور ان کا دھرم چن چھالو کے سائے سے یا ان کو چھو کر بھشٹ نہ ہو۔ ہندو جاتی ان سے بہت نفرت کرتی

ہے۔ سنا ہے تمہارے چین میں انہیں قصائی کہتے ہیں۔ ہم بدھ کے بھکشو نہ گانے بجانے والوں سے خیرات لیتے ہیں۔ نہ تماشا کرنے والوں سے، نہ بدکردار، شہوت پرست، بری عورتوں سے، نہ شراب بیچنے والوں سے اور نہ چن چھالو سے......''

چینی زائروں میں سے ایک نے پھر پوچھا۔

''تم شامی ہو''

''ہاں۔''

''اس کا کیا مطلب ہے۔''

شامی نے مسکرا کر کہا۔

''اپنی سوچ اور خیالات کو قابو رکھنے والا۔'' یہ بھکشو بننے کا پہلا درجہ اور امتحان ہے۔ شامین کے کئی درجے ہیں۔

(1) شنگ تاؤ شامین ...... اپنے عقیدے پر ثابت قدم رہنے والا۔ تمام خواہشات سے ہاتھ چھڑانے والا۔

(2) شوئے تاؤ شامین ...... تزکیہ نفس پر قابو پا کر بدھ دھرم پر چلنے والا۔ دوسروں کو اس کی تلقین کرنے والا۔

(3) ہوآئی تاؤ شامین ...... برائیوں کو اپنانے والا۔ اصولوں کو چھوڑ کر برہمنوں کے طریقے اپنانے والا۔

(4) ہوتاؤ شامین ...... جو اپنے عمل اور کردار سے بدھ مت میں نئی روح پھونک دے...... جو سرتاپا بدھ مت بن جائے۔''

چینی زائروں نے شامی کی بات غور سے سنی۔ بازار میں ایک جگہ لوہے

کے ستون پر کچھ کنندہ کیا ہوا تھا۔ زائر نے شامی سے اس ستون کی طرف اشارہ کر کے کچھ پوچھنا چاہا تو شامی نے کہا......

''لوہے کے اس ستون پر دان پن کے اصول لکھے ہوئے ہیں۔ بادشاہ بھی ان کے خلاف نہیں جا سکتا۔ پروہت اور بھکشو ان کی نگرانی کرتے ہیں۔ بادشاہ وزیروں، اعلیٰ عہدے داروں کے لئے عبادت خانے بنے ہیں۔ پروہت فلاحی کام کرتے ہیں۔ مقدس کتابیں پڑھتے ہیں۔ دوسرے ملک سے کوئی بھکشو، پجاری آئے تو اسے کپڑے، مالش کے لئے تیل اور برتن دیتے ہیں۔ اس کے پیروں کو اپنے ہاتھوں سے دھوتے ہیں اور رہنے کے لئے رہائش دیتے ہیں......''

''جس طرح تم نے ہمیں دی ہے۔''

چینی زائر نے کہا۔

''ہاں۔''

شامی نے جواب دیا۔

''اب چلو دیئے کے لئے تیل لے کر چلیں۔ تمہارا بوڑھا استاد ہمارا انتظار کر رہا ہو گا۔ شام کا اندھیرا پھیلا رہا ہے...... رات ہونے والی ہے ہمارے کان تمہارے استاد کی باتیں سننے کے لئے بے تاب ہیں۔''

شامی ایک دکان کے سامنے رکا اور اپنی چمڑے کی چھوٹی سی تھیلی دکاندار کے سامنے کر دی۔

دکاندار نے اس تھیلی میں سرسوں کا تیل بھر دیا اور تھیلی شامی کو واپس کر کے، ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ شامی نے مسکرا کر دکاندار کو دیکھا اور زائروں کو لے

کر چل دیا۔

''اس نے تم سے پیسے نہیں لئے۔''

ایک زائر نے پوچھا۔

شامی نے سر ہلا کر کہا۔

''نہیں۔ یہاں شاکیہ منی کے بھکشوؤں کو بڑی عقیدت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے ...... بازار سے جو چاہے لے جائیں۔ دام نہیں لیتے۔''

یہ کہہ کر وہ درختوں میں سے گزرتی ایک پگڈنڈی پر اتر گیا۔ چینی بھکشو بھی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔

....

حواشی

(1) موتیولو: یہ متھرا کا چینی ترجمہ ہے۔ یہ شہر دریائے جمنا کے کنارے موجود ہے۔ کرشن اسی شہر میں پیدا ہوئے تھے۔

(2) شامین: یہ نام بدھ مت کے ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جو بدھ مت کے دائرہ میں داخل ہوتے ہیں۔ 20 سال کی تپسیا یا پراتھنا کے بعد اسے ان کا اصل نام اور خطاب ملتا ہے۔ شامی کے لئے 250 احکامات ایسے ہیں جن پر عمل کر کے وہ بھکشو کا درجہ حاصل کرتا ہے۔

(3) شامی: دیکھئے حاشیہ نمبر 2۔

(4) چن چھالو: غالباً یہ سنسکرت کا لفظ ہے۔ چینی میں اس کا مطلب قصائی ہے۔ برہمن ان سے دور رہتے ہیں اور انہیں قابل نفرت خیال کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ شودر مرد اور برہمن عورتوں کے ملاپ سے نسل چلی ہے۔ چن چھالو کو چنڈال بھی کہتے ہیں۔

(5) شاکیہ مُنی: گوتم بدھ کا ایک نام۔

میں فاہیان ہوں

بوڑھے زائر نے چاروں طرف بیٹھے متھرا (موتیولو) کے شہریوں پر نظر دوڑائی جو دیئے کی روشنی میں زائر کی سفید داڑھی کو ہوا میں ادھر ادھر اڑتا دیکھ رہے تھے۔ بوڑھے نے اپنی داڑھی پر بھنبھناتی ایک مکھی کو ہاتھ سے ایک طرف کیا اور لمبی سانس لی۔ اپنی آنکھیں کھولیں اور بھاری آواز میں کہا۔

''اے شاکیہ منی کی دھرتی پر سانس لینے والے خوش بختو میں چین سے آیا ہوں۔ میرا نام فاہیان ہے۔ میں چین کے ایک مشہور شہر شیان [1] کا رہنے والا ہوں۔ شایان کا مطلب ''سکون کی جگہ'' ہے۔''

اس کے سامنے بیٹھے ایک موٹے بھکشو نے اسے ٹوکا۔

''سکون کی جگہ'' چھوڑ کر سفر کا دکھ درد اٹھانے کا مقصد۔''

فاہیان اس کی بات سن کر مسکرایا اور کہنے لگا۔

میں گوتم بدھ کا بھکشو ہوں ...... میں نے اپنا بچپن، جوانی اور بڑھاپا شاکیہ منی کی

عبادت گاہ میں خدمت کر کے گزارا ہے۔ مجھ سے بڑے تین میرے بھائی دانت نکلنے سے پہلے مر گئے تو میرے باپ نے مجھے شاکیہ منی کی عبادت گاہ کو دان کر دیا اور بھکشو مجھے شاکیہ منی کے اصولوں کی تعلیم دینے لگے۔ میں نے عمر کی دس سیڑھیاں چڑھیں تو میرا باپ مر گیا۔ میرا چچا عبادت گاہ میں آیا اور مجھے سمجھانے لگا کہ اب تم گھر واپس چلو۔ تمہاری ماں اکیلی ہے لیکن میں نے اسے جواب دیا۔

''میں نے بھکشو بننے کا فیصلہ اپنے باپ کی خواہش پر نہیں کیا تھا بلکہ میں شاکیہ منی کا بھکشو بننا چاہتا تھا...... تاکہ میں زندگی کو بے ہودگیوں اور برائیوں کی گرد سے بہت دور لے جاؤں ...... میں زندگیوں کے ہتک آمیز اطوار سے دور ہو گیا ہوں۔ تم کہتے ہو، میں پھر بدی کی گرد میں لت پت ہو جاؤں۔''

''میرا چچا چلا گیا۔ میری ماں میری بات سن کر خوشی سے مر گئی۔ میں اس کے کریا کرم پر گیا اور پھر واپس عبادت گاہ میں آ گیا......''

ناہیان سانس لینے کے لئے رکا۔ اپنی پانی کی چھاگل سے دو گھونٹ پانی پی کر چھاگل بہت احتیاط سے اپنے دائیں طرف رکھی اور اپنی طرف گھورتی آنکھوں میں ایک سوال دیکھ کر بولا......

''تم لوگ سوچ رہے ہو گے کہ 66 اور ایک 67 سال کا بوڑھا، پہاڑ، ریگستان، وادیاں، دریا، جنگل صحرا میں کیوں خاک اڑاتا پھر رہا ہے...... اس کا سبب بھی میرا گرو، شاکیہ منی ...... میرا راہنما گوتم بدھ ہے......!!

''وہ کیسے۔''

پھر وہی موٹا بھکشو بولا۔

''میرا ملک، میرا چین۔ آج کل افراتفری، انتشار اور فسادات کا میدان بنا ہوا ہے وہاں گوتم بدھ کے نام لینے والے تو موجود ہیں۔ خان کی زمین میں گوتم بدھ کے پجاری تو موجود ہیں لیکن وہاں گوتم کا قانون نہیں مقدس اور دینیاتی صحائف نہیں۔ تری ٹپک ۲۔سوتر پٹک ۳۔ دینہ پٹک ۴۔ بھیدھرم پٹک ۵۔..... وہاں کچھ نہیں۔ جو تحریری اقوال اور بدھ کے اخلاقی صحائف ہیں۔ وہ مسخ شدہ ہیں ...... جنہیں دیکھ کر میں بہت اداس ہوا...... ''

فاہیان ایک پل کے لئے رکا اور لمبی سانس لے کر بات جاری رکھی۔

''میں عبادت گاہوں میں بدھ کے صحیفوں کی بدحالی کے بارے میں سوچتے سوچتے سو گیا تو منجوسری ۶۔ خود میرے خواب میں آئے اور کہنے لگے۔

فاہیان۔ بادشاہ منگ ٹی کے عہد میں بدھ مت تو آ گیا لیکن تین سو سال گزرنے کے بعد بھی بدھ مت کا قانون یہاں نہیں آیا۔ تم ایک پروقار بھکشو ہو۔ عمر 65 سال ہے لیکن تمہارے اندر عزم اور ارادہ ابھی مضبوط ہے۔ تم میرا شعر یاد کر لو۔ کہ بدھ مت کی مقدس کتابیں بھارت میں ہیں۔ وہی خان کی زمین کو روشن کر سکتی ہیں...... ''

فاہیان یہ بات کہہ کر رک گیا اور ہاتھ پھیلا کر زور سے بولا۔

''میں خواب سے بیدار ہو کر اتنا لمبا سفر کر کے شاکیہ منی کے حکم پر بھارت سے یہی روشنی لینے آیا ہوں تاکہ اپنے چین کی سرزمین کو روشن کر سکوں۔''

موٹا بھکشو سر تا پا ہمدرد بن گیا۔ اس کے چہرے پر فاہیان کے لئے محبت، عقیدت اور پیار سمٹ آیا اور وہ کہنے لگا۔

''استاد۔ آپ نے سفر کے بہت کشٹ اور دکھ اٹھائے ہوں گے۔''

''یہ دکھ میرے لئے سکھ کا روپ دھار چکے ہیں کیونکہ دکھ جھیلنا اور غم کھانا شاکیہ منی کا چلن ہے۔ میں طویل سفر کر کے بھی ہلکا پھلکا ہوں اس لئے کہ میرا مقصد شاکیہ منی کی سرزمین کی زیارت ہے اور اس کے ذرے ذرے سے اس کی اخلاقیات اور تعلیمات سمیٹنا ہے......''

موٹے بھکشو کے ساتھ ایک شامی بیٹھا تھا جس نے چینی زائروں کو بازار کی سیر کرائی تھی، یہ سب گوتم بدھ کے سنگھ (جماعت) میں شامل تھے۔ اس کی مسیں ابھی نہیں بھیگی تھیں۔ اس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری اور بڑی عاجزی سے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا......

''سنا ہے فاہیان بابا...... مسافروں کی یادداشت میں سفر کے بہت سے مشاہدات اور واقعات محفوظ ہوتے ہیں۔ ہماری عمر ابھی زیادہ نہیں۔ آپ نے بہت کچھ دیکھا ہے۔ کچھ ہمیں بھی بتلائیں۔ رات ابھی بہت باقی ہے...... اور ہماری آنکھوں میں نیند کا دور دور کہیں نام و نشان نہیں...... آپ بولیئے...... ہمارے کانوں کے دروازے چوپٹ کھلے ہیں۔''

نوجوان یہ کہہ کر بیٹھ گیا۔ فاہیان نے اس کی بات سنی اور پھر آنکھیں بند کر کے خود یہ سوچنے لگا کہ اب وہ بات کہاں سے شروع کرے۔ طویل سفر کے کئی برس، راتیں، دن، بھوک، پیاس، خوف، ڈر، واہمے، مشکلات اس کے سامنے آ گئیں اس نے اپنے سر پر گنے چنے سفید بالوں میں دونوں ہاتھوں کی دس انگلیوں سے کنگھی کی اور پھر سیدھا ہو کر یوں مخاطب ہوا۔

''میں شایان سے کنگ، تاؤ چنگ ہوئی ینگ اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ عزم سفر لے کر نکلا ...... لونگ پہاڑ کی دیوار پھلانگ کر کیان کوئی کی سلطنت، نیوتان کی بادشاہت پہنچا۔ زادسفر لے کر پھر یانگ لیو کا پہاڑی سلسلہ عبور کیا اور چانگ لیی پر رک گیا۔ یہاں کا بادشاہ نیک دل تھا...... مدد کی کچھ لوگ یہاں سے میرے ساتھ شامل ہو گئے ہم طویل کھائیوں کا سلسلہ عبور کر کے، سفیروں کے لباس میں سفر پر روانہ ہوئے ......

ہمارے درپیش اب ریگستان کا بے کنارہ طویل سمندر تھا جو ہمارے سامنے دور تک پھیلا ہوا تھا جس میں پانی کا ایک قطرہ نہیں تھا...... کسی زمانے میں والیوشا کے نام سے یاد کیا جاتا تھا مگر اب اسے لوگوں نے کلاما گان کا نام دے دیا تھا ...... کبھی یہاں ایک بڑا مضبوط قلعہ ہوا کرتا تھا ...... نالے ندیاں، خوبصورت باغات سب کچھ تھا۔ اچانک کہیں سے تیز ہوا آئی۔ زرد، کالی سرخ آندھی بن گئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سب کچھ کھا گئی۔ نہ گھر رہے۔ نہ باغات، نہ ندی نالے نہ قلعہ ...... اس کا نام ونشان تک مٹ گیا ...... چلتے مسافر بھولے بھٹکے راہی رات کو یہاں سے گزریں تو انہیں سب کچھ نظر آتا ہے۔ گھوڑوں کی آوازیں، مویشی، گھر، قیمتی چیزیں دیکھ کر اس کا دل بے ایمان ہو، کوئی قیمتی چیز پسند آ جائے۔ چرا کر لے جانا چاہے تو راستہ بھول جاتا ہے اور اس قلعے کے حصار سے باہر نہیں نکل سکتا۔ دروازے بند ہو جاتے ہیں خالی ہاتھ جانا چاہے تو باہر چلا جاتا ہے۔ اسے کلاما گان اسی لئے کہتے ہیں کلاما گان کا مطلب ہے اندر آنا آسان ہے۔ باہر جانا مشکل۔

فاہیان کی باتیں سب غور سے سن رہے تھے۔

''ریگستان کا یہ سفر ہمارے لئے مشکل ترین سفر تھا۔ دور تک ہمیں سوائے ریت کے کچھ نظر نہیں آتا تھا...... اس سفر میں پتہ چلا کہ پانی زندگی کے لئے کتنا ضروری ہے۔ پانی کا ایک ایک قطرہ ہمیں سونے سے زیادہ قیمتی نظر آتا تھا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ہمارے ساتھی موئے چینگ نے اپنا بازو کاٹ کر خون نکالا اور خون پی کر اپنی پیاس بجھائی...... ایک بار ہم سب مرنے کے قریب تھے کہ اونٹ نے ہم سب کو بچالیا۔

''اونٹ نے بچالیا، کیسے؟''

ایک بھکشو نے سوال کیا۔

''اونٹ دو بار ہمارے لئے راہنما ثابت ہوا۔ ریگستان میں کالی، زرد اور سرخ مٹی کے بڑے طوفان آتے تھے اور ہمیں اٹھا اٹھا کر ایک دوسرے سے دور پھینک دیتے تھے اور ہم کئی کئی گھنٹے ایک دوسرے کو ڈھونڈتے رہتے تھے۔ اس طوفان سے بچنے کا طریقہ ہمیں اونٹ نے بتلایا۔ میں پیاس سے نڈھال ہو گیا تو میرے ساتھیوں نے مجھے اونٹ پر سوار کرا دیا۔ اونٹ چلتا رہا پھر ہمیں زرد مٹی کے طوفان نے گھیر لیا۔ اونٹ مجھے زمین پر گرا کر مٹی پر لیٹ گیا۔ ہم سمجھے شاید اونٹ مر گیا ہے۔ طوفان اس قدر شدید تھا کہ ہم اونٹ کی موت کو بھول کر اونٹ کے قریب ہی ریت پر لیٹ گئے۔ طوفان ایک گھنٹہ رہا اور ہم سب مٹی کے ڈھیر کے نیچے دب گئے۔ ریت کے اس ڈھیر کو پرے ہٹا کر اونٹ سب سے پہلے باہر نکلا۔ اس کے بعد ہم۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا......

''کچھ......''

میرے ساتھی حیران ہو کر میرا منہ دیکھنے لگے۔ میں نے پھر کہا......

''اونٹ کی حرکت سے کچھ سمجھے''

سب نے نفی میں سر ہلا دیا۔ میں نے ہنس کر کہا۔ بے وقوفو، اونٹ نے ہمیں بات سمجھائی ہے کہ جب ریت کا طوفان آئے تو فوراً زمین پر لیٹ جاؤ۔ جب طوفان ختم جائے تو ریت ہٹا کر باہر نکل آؤ...... یہ پہلا درس ہے جو اونٹ نے ہمیں دیا۔ دوسرا درس ہمیں اونٹ نے اس وقت دیا جب ہم پیاس سے مرنے کے قریب تھے اور زمین پر لیٹے سسک رہے تھے۔ اونٹ ہمارے پاس ہی بیٹھا تھا۔ اچانک اس نے چاروں طرف گردن ہلا کر کچھ سونگھنے کی کوشش کی اور پھر اٹھ کر ایک طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا، چلو اس کا پیچھا کرتے ہیں۔ ہم گرتے پڑتے اونٹ کے پیچھے چلنے لگے۔ اونٹ ادھر ادھر چکر کاٹ کر ایک جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ ہم وہاں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ وہ ایک جگہ پر اگی ہوئی گھاس کھود رہا تھا۔ گھاس میں کہیں کہیں ہری پتیاں نظر آ رہی تھیں۔ ہم نے بھی زمین وہاں سے کھودنا شروع کر دی۔ جب زمین کی کافی گہری کھدائی ہو گئی تو گیلی زمین نظر آنے لگی۔ ہم نے مٹی اٹھا اٹھا کر چوسنا شروع کر دی اور چند قطرے ہمارے سوکھے گلے کو تر کرنے کے لئے کافی تھے ہم نے زمین کھود کھود کر گیلی مٹی چاٹی اور اس طرح ہم مرنے سے بچ گئے......''

فاہیان یہاں پہنچ کر رک گیا اور پھر مسکرا کر کہنے لگا......

''ایک بار تو میرے ساتھیوں نے مجھے مردہ سمجھ کر دفنا دیا تھا مگر ہوا کے ایک جھونکے نے میری جان بچا لی...... راستے میں بھوک پیاس کی شدت سے میں نڈھال ہو کر

گر پڑا۔ ساتھیوں نے رونا دھونا شروع کر دیا اور کہنے لگے۔ استاد فاہیان گھر سے دور کہاں آ کر مرے۔ جہاں ان کا کفن دفن بھی نہیں ہو سکتا۔''

ان کے پاس گڑھا کھودنے کے لئے کوئی لکڑی یا پھاوڑا بھی نہ تھا کہ قبر کھود کر مجھے دفنا سکیں۔ ہاتھوں سے مٹی ہٹانا شروع کر دی۔ یہ سب کچھ کرتے کرتے شام ہو گئی۔ اچانک کسی طرف سے ہوا کا ٹھنڈا جھونکا آیا۔ میرے جسم کو چھوا۔ میرے بدن میں حرکت ہوئی اور سب خوشی سے چلا اٹھے۔

''استاد فاہیان زندہ ہیں۔''

میں نے آنکھیں کھول کر گڑھے کو دیکھا اور پوچھا......

''یہ کیا ہے؟''

''ہم گڑھا کھود رہے تھے۔''

''کس لئے؟''

میں نے پوچھا۔

''آپ کو دفنانے کے لئے۔''

میں نے ساری کہانی سن کر ہوا کے جھونکے کا شکریہ ادا کیا۔ اگر وہ نہ آتا میں ریت کے نیچے چلا گیا تھا۔

فاہیان چند لمحوں کے لئے رکا۔ آنکھیں بند کر کے ریگستان کے طویل اذیت ناک سفر کی یادوں کو اکٹھا کیا اور کہا......

''انسانوں کے بکھرے ہوئے ڈھانچے چاروں طرف ریت میں دھنسے ہوئے ہوتے تھے۔ ہوا چلتی تو وہ ہمیں نظر آتے تھے۔ ہمیں امید کی روشنی دکھائی دیتی کہ

انسان ادھر سے ہی گزرے ہیں۔

ہم ان مردوں کو نشان راہ بنا کر شین شین کی سلطنت میں پہنچ گئے۔ شین شین سلطنت کا علاقہ پتھریلا اور سنگلاخ علاقہ ہے۔ لوگ نمدے کے کپڑے پہنتے ہیں۔ لباس میں وہ ہم چینیوں کی طرح بدسلیقہ ہیں۔"

فاہیان یہ کہہ کر ذرا سا مسکرایا اور پھر بولا۔

"شین شین کے مغرب کی طرف کی تمام ریاستیں ایسی ہی ہیں۔ ہر ریاست میں بربری زبان بولی جاتی ہے۔ سب لوگ شوق سے ہندوستانی مذہبی کتابیں پڑھتے ہیں...... شمال کی طرف اوای کی سلطنت ہے۔ ہم پندرہ روز میں وہاں پہنچے۔ اس ریاست میں نہ انصاف تھا نہ عدل، نہ رسم و رواج کی پابندی، ...... یہاں سے ہم صحرائی اور غیر آباد علاقہ، بھپرتے دریا عبور کر کے ایک ماہ اور 6 دن کی مسافت کے بعد یوتیان شہر...... (یہ سنسکرت کے دو الفاظ Kou-Stana) کا مجموعہ ہے جس کا مطلب زمین کا سینہ یا چھاتی ہے)

اس سلطنت میں مذہب کے دیوانوں کی تعداد ہزاروں ہے۔ اپنے گھروں کے سامنے مینارے تعمیر کرتے ہیں۔ چلنا، پھرنا، قیام کرنا ستاروں کا حساب لگا کر کرتے ہیں۔ یہ سلطنت خوشحال ہے۔ بادشاہ اچھا ہے۔ اس نے ہمیں شہر سنگ کیالان (یہ سنسکرت کا لفظ ہے جس کا مطلب پجاریوں یا بھکشوؤں کا گھر ہے) میں ٹھہرایا۔ اس میں ایک بہت بڑی عبادت گاہ ہے جس میں تین ہزار بھکشو رہتے ہیں۔ اس میں ایک بہت بڑا تھال ہے جس میں سب بھکشو مل کر کھانا کھاتے ہیں۔ شور بالکل نہیں کرتے۔ ہاتھ کے اشاروں سے بات چیت کرتے ہیں۔ اس

میں چھوٹے چھوٹے عبادت خانوں کی تعداد گننا بہت مشکل ہے۔ تین چاند غروب ہونے کے بعد چوتھے چاند کی پہلی تاریخ کو سارے شہر میں جھاڑو دے کر اسے سجایا جاتا ہے۔ بادشاہ اور شاہی عورتیں قیمتی کپڑے پہن کر جلوس کی قیادت کرتی ہیں۔ شہر سے باہر بدھ کی شبیہہ ایک گاڑی پر رکھی ہے۔ بادشاہ جوتی اور اپنا تاج اتار کر بدھ کے بت کے پیروں میں پھول چڑھاتا ہے۔ عورتیں اس بت پر اتنے پھول پھینکتی ہیں کہ گاڑی پھولوں میں چھپ جاتی ہے۔ شہر سے آٹھ دس میل کے فاصلے پر بادشاہ کا عبادت خانہ ہے جسے تعمیر ہوتے ہوئے 80 سال لگے ...... پہاڑوں سے پرے 6 مشرقی ریاستیں سونا چاندی اور ہیرے موتی خیرات کے لئے بھیجتی ہیں جو غریبوں میں بانٹ دیئے جاتے ہیں ...... یہاں ہم نے سفر کی تھکن اترنے تک قیام کیا۔ جب ہم تازہ دم ہو گئے تو ہم نے پھر سفر شروع کیا اور 25 دن کے سفر کے بعد ہم ۔کی چا۔ کی سلطنت و میں پہنچ گئے۔ پہاڑیوں میں گھرے اس ٹھنڈے علاقے میں سوائے مکئی کے کچھ کاشت نہیں ہوتا۔ کاشت کرنے والوں کا حصہ دے کر بادشاہ اپنا حصہ وصول کرتا ہے ...... یہاں پانچ سال کے بعد بدھ کا ایک عظیم الشان میلہ لگتا ہے جسے ''پانچا ورشیا'' کہتے ہیں۔ یہاں بدھ کا ایک برتن بھی موجود نہیں۔ تہوار کے خاتمے پر بادشاہ، امراء، وزراء، سب کے سب اپنے گھوڑے لباس، کاٹھیاں، سامان، ہار، زیور بدھ کے نام پر خیرات کر دیتے ہیں اور پھر بھکشوؤں کو منہ بولے دام دے کر ان سے واپس لے لیتے ہیں۔

فاہیان ایک پل کیلئے کھانسنے کیلئے رکا لیکن کھانسی مسلسل بڑھتی رہی۔ اس کے ساتھی نے پانی کا پیالہ بھر کر اسے پیش کیا۔ فاہیان نے اپنی تھیلی سے کپڑے کے

ٹکڑے میں لپٹا سفوف نکالا اور منہ میں انڈیل کر پانی پی لیا۔ کھانسی رکی تو اس نے ہونٹوں پر ہاتھ پھیرا اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا، مقامی شامی نوجوان نے کہا......

''سنا ہے چین میں حکیم ایسی دوائی بناتے ہیں جسے کھا کر آدمی 2 سو سال زندہ رہتا ہے۔''

فاہیان نے کہا۔

''سنا تو میں نے بھی ہے لیکن پورے چین میں کوئی دو سو سال کا آدمی دیکھا نہیں۔''

موٹے بھکشو نے کھڑکی سے باہر نظر دوڑائی اور فاہیان سے کہا......

''کی چا۔ کی سلطنت کے بعد آپ کہاں چلے گئے''

فاہیان نے جواب دیا۔

''مغرب کی طرف جہاں سے ہمیں شمالی ہند کی ریاست میں پہنچنا تھا۔ اس بادشاہت کا نام تولائی کی بادشاہت ہے۔ اس کے راستے میں بڑے زہریلے سانپ اور اژدھے ہیں۔ جو آدمیوں پر زہر پھینکتے ہیں تولائی بادشاہت میں می لے فوسا (رحمت کا بیٹا۔ جو آسمان میں رہتا ہے) کا 80 فٹ کا مجسمہ ہے جس کے پیر 12, 12, فٹ کے ہیں......اسے مافوق الفطرت انسان لوہان نے ایک مجسمہ ساز کو یتوشو سے بنوایا تھا۔ لوہان کو یتوشو کو آسمان پر لے گیا تا کہ وہ می لے فوسا کو دیکھ لے۔ ایسا اس نے تین بار کیا تب جا کر یہ مجسمہ مکمل ہوا۔ عبارت کے وقت اس مجسمے کو روشنی سے جھلملا دیا جاتا ہے...... یہ شا کیہ منی کا آسمانی روپ ہے اور بدھ کا جانشین ہے۔ یہ زمین پر اس وقت اترے گا جب انسانی زندگی دکھ درد، عذاب اور غموں سے بھر جائے گی۔

تولائی بادشاہت میں ہمارا قیام 2 ماہ سے زیادہ رہا پھر ہم اپنے سفر پر

روانہ ہو گئے۔ یہ سفر دریائے سین تیو (سندھ) کی طرف تھا جو جنوب مغرب کی طرف کے پہاڑی سلسلے کے درمیان بہتا ہے۔ یہ پہاڑ بڑے خطرناک ہیں۔ پہاڑوں کی چوٹیاں نو دس ہزار فٹ کی بلندی تک چلی گئی ہیں۔ دور سے پہاڑوں پر تصویریں رقص کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ قریب جا کر پتہ چلتا ہے کہ کچھ بھی نہیں۔ ان پہاڑوں سے اگر کسی کا پاؤں پھسل جائے تو غیبی طاقتوں کے سوا انہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔

موسم بدلتے رہے۔ ہم چلتے رہے ...... ایک بار طویل برف باری نے ہمارا راستہ روک لیا۔ ہمارے راستے میں برف کا ایک طویل ڈھیر تھا جس پر چڑھنا ناممکن تھا۔ ہم نے بہت سوچا کہ اسے کیسے عبور کیا جائے۔ کئی دن سردی سے کپکپاتے ہوئے کاٹے ...... اس موقعہ پر ہمارے وہ چمڑے کے کوٹ بہت کام آئے جو ہمیں ریگستان میں داخل ہونے سے پہلے سرکاری حاکم نے دیئے تھے ...... آخر ایک رات میرے ذہن میں ایک منصوبہ آیا۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے برف کے ڈھیر میں سے گزرنے کے لئے ایک سرنگ کھودنا شروع کر دی۔ جوں ہی ہم اس سرنگ میں داخل ہوئے ٹھنڈی ہواؤں کی شدت سے بچ گئے۔ ہم سرنگ کھودتے رہے اور راتیں اس میں ہی بسر کرتے رہے ...... چار دن اور چار راتوں کے بعد ہم نے برف کا وہ بڑا پہاڑ عبور کر لیا۔ اب ہم اس اونچے پہاڑ کے سامنے کھڑے تھے جس کے دوسری طرف ہندوستان کا علاقہ شروع ہوتا تھا۔"

فاہیان نے سر اٹھا کر اوپر کی طرف اشارہ کر کے کہا ......

"پہاڑ اتنا اونچا تھا کہ کئی بار ہم اسے دیکھنے کی کوشش میں پیچھے کی طرف گر گئے۔ دو

دن دائیں بائیں سفر کر کے ہم کوئی راستہ تلاش کرتے رہے جس کے ذریعے اوپر چڑھا جائے۔ مگر ہم ناکام رہے...... ایک دن باڈین بھاگا بھاگا آیا اور کہنے لگا......

''میں نے راستہ ڈھونڈ لیا ہے۔''

اس کی بات سن کر ہم اس کے ساتھ گئے تو وہ ہمیں پہاڑ کے اس حصے کے سامنے لے گیا جہاں سیڑھیاں اوپر کی طرف جاتی تھیں مگر یہ سیڑھیاں بالکل سیدھی کھڑی تھیں ایسے لگتا تھا کسی نے سیڑھیاں بنا کر کھڑی کر دی ہوں۔ ہم نے سیڑھیاں چڑھنا شروع کر دیں۔ سیڑھی کے قدمچے کی چوڑائی تقریباً ایک ہاتھ (فٹ) تھی اور ہر قدمچے کے درمیان دو فٹ کا فصلہ تھا۔ ہم ڈرتے ڈرتے سیڑھیاں چڑھتے رہے۔ میرے ساتھی بے حد خوف زدہ تھے۔ میں نے ان سے کہا......

''نیچے مت دیکھو، گر جاؤ گے، سامنے دیکھو۔''

سیڑھیاں چڑھنے میں ہمیں کتنا وقت لگا۔ ہمیں پتہ نہیں تھا۔ لیکن جب ہم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو ہم سب پسینے میں نہائے ہوئے تھے اور ہمارے دل گھوڑے کی طرح سرپٹ بھاگ رہے تھے...... ہم بے دم ہو کر بیٹھ گئے۔

''جانتے ہو ہم نے کتنی سیڑھیاں چڑھی ہیں۔''

''گننے کی کسے فرصت تھی استاد۔ ہمارا تو دم نکلا جا رہا تھا۔ ہر پل خدشہ تھا اب گرے کہ اب گرے۔''

''میں نے سیڑھیاں گنی ہیں۔ پوری سات سو ہیں۔''

میں نے جب یہ کہا تو سب حیران رہ گئے۔ ہم سیڑھیوں کو کن اکھیوں سے دیکھ رہے تھے کہ اچانک باڈین نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور چلایا......

''استاد، ادھر دیکھو۔''

ہم نے پلٹ کر دیکھا تو ہم سے چند گزوں کے فاصلے پر رسیوں کا ایک پل تھا جو اس پہاڑ سے دوسرے پہاڑ کی طرف جا رہا تھا۔ وہ ہوا میں جھول رہا تھا اور اس کے نیچے دور تک ایک کھائی تھی اور پانی کی ایک لکیر بہہ رہی تھی۔

''یہ دریا ہے۔''

میں نے کہا، اور پھر کھڑے ہو کر کہا......

''دن ڈوبنے سے پہلے ہمیں دوسری طرف پہنچنا ہے۔''

میرے ایک ساتھی نے کہا......

''مگر اس پل کا کیا اعتبار، اگر ٹوٹ گیا تو۔''

''اس سفر میں کہیں نہ کہیں تو موت کو آنا ہے ریگستان سے بچ کر آ گئے ہو تو پل سے بھی بچ جاؤ گے۔''

میری اس بات سے سب کو کچھ تسلی ہوئی لیکن پل سے نیچے کھائی کو دیکھ کر سب کے چہروں پر موت کے سائے لہرا گئے۔

''اس پل کو عبور کرنے کا صرف ایک طریقہ ہے۔''

سب نے ایک زبان ہو کر کہا......

''وہ کون سا طریقہ ہے، استاد''

''پل کی رسیوں کو پکڑ پکڑ کر آگے قدم بڑھاتے رہو۔ آگے دیکھو، صرف آگے۔ دائیں بائیں اور نیچے دیکھو گے تو کھیل بگڑ جائے گا۔''

سب سے پہلے میں نے پل پر قدم رکھا۔ پل ہوا سے بچے کے پالنے کی

طرح دائیں بائیں جھول رہا تھا۔ میں آگے بڑھتا رہا۔ میری اس ہمت نے میرے ساتھیوں کے حوصلے بڑھا دیئے اور ڈرتے ڈرتے سب نے پل عبور کرلیا...... پل کے دوسری طرف جا کر سب نے اس جگہ کو دیکھا جہاں سے وہ یہاں آئے تھے تو انہیں وہ پہاڑ میلوں دور نظر آیا۔ سب نے بیٹھ کر اطمینان کا سانس لیا اور زمین پر لیٹ گئے۔ تھکن نے ہمارے بدن کا انگ انگ توڑ پھوڑ دیا تھا۔ لیٹتے ہی ہم بھوک پیاس سے بے خبر سو گئے......

فاہیان یہاں تک پہنچ کر اچانک رک گئے۔ ان کے سامنے بیٹھے بھکشوؤں کے خراٹے ان کی گفتگو میں خلل ڈال رہے تھے۔ فاہیان نے مسکرا کر ارد گرد نظر ڈالی۔ سب سو رہے تھے۔ رات کا تھوڑا سا سفر باقی تھا۔ دور سے مرغوں کے بولنے کی آوازیں آنا شروع ہو گئی تھیں۔ فاہیان اپنا تھیلہ جس میں کپڑے تھے، اپنے سر کے نیچے رکھا اور لیٹ گئے۔ چند لمحے گزرے سفر کی صعوبتوں اور آنے والے دنوں کے سفر کے ان دیکھے کٹھن لمحات کے بارے میں سوچا۔ جب نیند ان کی آنکھوں میں پاؤں پسارنے لگی تو آنکھیں بند کرلیں اور سو گئے۔

....

ماتی

فاہیان ایک آدھ گھنٹہ ہی سویا ہو گا کہ ایک مرغ کی تیز آواز سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے بڑے کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی۔ کمرہ خالی تھا۔ اس نے اپنا تھیلہ اٹھایا اور دبے پاؤں عبادت گاہ کے بڑے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ جس مرغ کی آواز پر اس کی آنکھ کھلی تھی وہ ایک چھوٹے کمرے کی چھت پر سینہ تانے کھڑا تھا۔ فاہیان کو دیکھ کر مرغ نے ایک لمبی جست بھری اور چھت سے اڑ کر چار دیواری سے باہر چلا گیا۔ مرغ فاہیان سے ڈر گیا تھا۔ بدھ کے بھکشو مرغیاں نہیں پالتے چنانچہ مرغ نے سوچا کہیں بدھ کا بھکشو فاہیان اسے دیکھ کر ناراض ہی نہ ہو جائے۔

فاہیان بڑے دروازے کو آہستہ سے کھول کر باہر نکل گیا۔ اس نے شہر کی بجائے درختوں کے ایک جھنڈ کا رخ کیا جو شہر سے باہر جاتا تھا۔ فاہیان تازہ ہوا میں لمبی لمبی سانسیں لیتا ہوا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا چلتا رہا۔ وہ کتنی دور چلتا رہا

اسے اس وقت پتہ چلا جب سورج اس کے سر پر آ گیا۔ سردی کا موسم تھا مگر سورج کی کرنوں میں ایک چبھن اور تیکھا پن تھا۔ فاہیان ایک درخت کی چھاؤں میں رک گیا اور درخت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ گھر سے نکلے اسے چار سال سے زیادہ ہو گئے تھے۔ وطن میں اسے یاد کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ بس وطن کی مٹی اور بدھ کے عبادت خانے کی وہ سیلی سیلی خوشبو تھی جو اسے یاد آ رہی تھی۔ وہ خوشبو جس کو سونگھتے سونگھتے اس کا بچپن، جوانی اور بڑھاپا گزرا تھا۔

''کیا وہ واپس اس خوشبو کے پاس جا بھی سکے گا۔''

اس کے اندر سے ایک آواز ابھری۔

''کیوں نہیں''

فاہیان کے ہونٹوں سے آواز نکلی۔

''شاکیہ منی مجھے ضرور واپس لے کر جائے گا۔ میں شیان ضرور واپس جاؤں۔ بدھ کی دینیاتی کتابیں اور شاکیہ منی کا ضابطہ قانون ضرور خان کی زمین پر لے جاؤں گا۔ ضرور ضرور۔''

فاہیان کو یہ سوچ کر ایک بڑا سکون ملا۔ اچانک ایک نسوانی آواز کی چیخیں سن کر اس نے آنکھیں کھولیں اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور جب یہ آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں تو وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''بچاؤ۔ بچاؤ''

اس نے نسوانی آواز میں مدد کی یہ پکار دائیں طرف کے درختوں سے سنی اور فاہیان جوانوں کی پھرتی دکھاتا ہوا اس طرف بڑھ گیا۔ آوازیں مسلسل آ رہی

تھیں۔ فاہیان درختوں کے ایک جھنڈ میں داخل ہو گیا۔ درختوں اور جھاڑیوں کی شاخوں کو ایک طرف ہٹا کر وہ ایک کھلے میدان میں آ گیا۔ اس نے دیکھا ایک درخت کے ساتھ ایک بوڑھا آدمی بندھا ہوا تھا۔ ایک نوجوان دوشیزہ جس کے کپڑے تقریباً تار تار ہو چکے تھے بوڑھے کے پاس زمین پر بیٹھی تھی اور چار آدمی ڈنڈے اور لاٹھیاں لے کر اس کے اردگرد کھڑے تھے۔ لڑکی نے فاہیان کو دیکھا تو روہانسی آواز میں بولی......

''مجھے بچا لو بابا۔ یہ ظالم مجھے اور میرے باپ کو مار دیں گے......''

چاروں میں سے ایک مرد نے ہنس کر کہا......

''غلط کہہ گئی ہو۔ ہم صرف تمہارے باپ کو ماریں گے تم تو ہمارے پاس رانی بن کر رہو گی۔''

فاہیان پوری کہانی سمجھ گیا کہ یہ بد کردار آدمی ہیں اور اس لڑکی سے زیادتی کرنا چاہتے ہیں۔ فاہیان نے ان آدمیوں کی طرف دیکھا اور کہا......

''اس لڑکی کو چھوڑ دو، جو تم کر رہے ہو یہ اچھا کام نہیں۔''

ایک آدمی نے زور سے قہقہہ لگایا اور کہا......

''تم کون ہو''

''میں بدھ کا بھکشو ہوں۔''

''تو پھر کسی عبادت خانے میں جا کر عبادت کرو، ہمارے کام میں کیوں مداخلت کرتے ہو۔''

''مصیبت میں پھنسے آدمی کی مدد کرنا بدھ کا دھرم ہے۔''

''ہم اس دھرم کونہیں مانتے۔''

اور پھر چاروں لاٹھیاں تان کر فاہیان کی طرف بڑھے۔ ان کی لاٹھیاں ہوا میں بلند ہوئیں اور پھر فاہیان کی طرف آئیں۔ فاہیان نے کمال پھرتی سے چاروں لاٹھیوں کو اپنے ہاتھ میں پکڑی لاٹھی پر روکا اور زور سے ایسا جھٹکا دیا کہ چاروں لاٹھیاں آدمیوں کے ہاتھوں سے چھوٹ کر دور جا گریں۔ فاہیان کی لاٹھی بجلی کی تیزی کے ساتھ دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں تیر کی طرح گئی اور آئی اور یہ عمل دو منٹ تک چلتا رہا۔ چاروں آدمیوں کے سر لہولہان ہو گئے اور وہ بھاگ گئے لیکن بھاگنے سے پہلے اپنی لاٹھیاں اٹھائیں اور جاتے جاتے درخت سے بندھے بوڑھے کے سر پر برسا دیں۔ بوڑھے نے ایک فلک شگاف چیخ ماری اور اس کا سر چھاتی پر ڈھلک گیا۔ فاہیان مڑا اور درختوں کے جھنڈ کو عبور کر کے وہیں آ بیٹھا جہاں سے اٹھ کر گیا تھا۔ چار آدمیوں سے نبرد آزمائی نے اسے تھکا دیا تھا۔ اس نے درخت کے ساتھ ٹیک لگائی اور پھر اس کو نیند آ گئی۔

چند لمحوں بعد فاہیان نے اپنے پیروں پر چیونٹیاں سی رینگتی محسوس کیں۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور تیزی سے اپنے دونوں پیر اپنی طرف سمیٹ لئے۔

وہ لڑکی جسے فاہیان نے بدمعاشوں سے بچایا تھا اس کے سامنے بیٹھی تھی اور اس کے پیروں پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔

''یہ تم کیا کر رہی ہو''

''اپنے محسن اور گرو کا شکریہ ادا کر رہی ہوں۔''

''کیا نام ہے تمہارا؟''

''ماتی''

''تم''

''ہاں میں ماتی''

''تم اپنے گھر کیوں نہیں جاتیں''

فاہیان نے کہا۔

''کس کے ساتھ اپنے گھر جاؤں''

''اپنے باپ کے ساتھ''

فاہیان نے کہا۔

''وہ تو مر گیا۔ اب تم ہی میرے باپ ہو''

''مگر میں تو بدھ کا بھکشو ہوں۔ تمہیں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا''

فاہیان نے کہا۔

''تو پھر مجھے بھکشنی بنا لو''

''نہیں تم بھکشنی نہیں بن سکتیں''

فاہیان نے کہا۔

''شکتی منی نے اپنے شاگرد آنند سے کہا تھا۔ محتاط رہنا۔ عورتوں کو میرے دھرم میں داخل نہ کرنا''

''لیکن بدھ نے کوئی رستہ تو بتلایا ہو گا جس پر چل کر کوئی عورت بھکشنی بن سکے۔''

ماتی نے رو رو کر پوچھا۔

''وہ رستہ بے حد دشوار اور کٹھن ہے''

فاہیان نے کہا۔

''ہاں ایک رستہ ہے۔ بدھ نے جو آٹھ مبارک راستے آنند کو بتلائے تھے اگر عورت ان پر چلے تو بھکشنی بن سکتی ہے۔''

''وہ راستے کون سے ہیں میرے گرو۔''

لڑکی نے پوچھا۔

1- ''عورت چاہے سو سال کی ہو، چھوٹے سے چھوٹے بھکشو کا احترام کرے۔

2- کبھی ان کی بے عزتی نہ کرے۔

3- اپنا تزکیہ نفس کرے۔

4- کسی مثالی بھکشو یا سنگھ کے کسی رکن سے ہدایات لے۔

5- پندرہ دن کسی بھکشو سے ہدایات لے اور پھر کسی مشہور بھکشو پر ان کو آزمائے۔

6- گرمیوں کے تین ماہ آرام سے پرہیز کرے اور اپنے آپ کو دین دھرم سے مربوط رکھے۔

7- گناہ کی مرتکب ہو تو مذہبی امور سے قطع تعلق کر کے اعتراف جرم کرے۔

8- گرمیوں کی چھٹیاں گزار کر خود میں بہتری لائے اور ہلکے سے گناہ کا اعتراف سب کے سامنے کرے۔''

لڑکی نے فاہیان کی یہ باتیں غور سے سنیں اور پھر اپنے آپ کو سمیٹ کر کھڑی ہو گئی۔

''میں ان راستوں پر ضرور چلوں گی اگر تم دوبارہ ملے تو میں تم کو ضرور بتلاؤں گی کہ

یں نے یہ دشوار اور کٹھن راستہ طے کرلیا ہے۔"

ماتی کی آنکھوں میں ایک پختہ عزم لہرا رہا تھا۔ وہ پل بھر کے لئے جھکی، فاہیان کے پیروں کو ہاتھ لگایا او پھر تیزی سے درختوں کے جھنڈ میں غائب ہوگئی۔

اس کے جانے کے بعد اسے سامنے کے درختوں سے کچھ آدمیوں کے اونچی اونچی باتیں کرنے کی آوازیں آئیں۔ فاہیان سنبھل کر بیٹھ گیا اور اپنی لاٹھی پر گرفت مضبوط کر لی۔ اسے یقین تھا کہ چاروں بدمعاش واپس آ گئے ہیں۔ وہ کھڑا ہو گیا مگر پھر اچانک درختوں کے جھنڈ سے برآمد ہونے والے آدمیوں کو دیکھ کر دوبارہ بیٹھ گیا ...... یہ چار مقامی آشرم کے بھکشو تھے جو اس کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے۔

"استاد تم کہاں تھے۔"

موٹے بھکشو نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"جہاں تم آ گئے ہو۔"

فاہیان نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ہم نے تمہیں بہت تلاش کیا۔ اب چلو آج رات تم بڑے مندر کے بھکشو کے مہمان ہو۔"

....

بڑے بھکشو کا مہمان

''ہمارے چین میں ایک کہاوت ہے کہ دکھ جھیل کر ہی خوشی ملتی ہے۔ یہ بات درست ہے۔ دریائے سین تیو (سندھ) عبور کرنے میں جو دکھ جھیلے۔ سندھ پار کا علاقہ، سرسبز باغوں سے لدا پھندا، علاقہ UNDYANA یعنی اجین (سوات) میں جا کر اتنی ہی خوشی ملی۔ یہ وسطی ہندوستان (مدھیہ پردیش) کے علاقے کا حصہ ہے۔ گوتم بدھ کے دھرم کا اس علاقے میں بول بالا ہے۔ اس علاقے میں بدھ کے بے شمار بھکشو اور عبادت گاہیں موجود ہیں۔ تمام بھکشو بننے کے طالب نوجوان بھکشو بننے کی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ اس علاقے میں کوئی اجنبی پہنچ جائے تو تین دن اس کی خاطر مدارات کی جاتی ہے پھر اسے آرام کا وقت دیا جاتا ہے۔ بدھ جب جنوبی ہندوستان میں آیا تو اس علاقے میں آیا تھا اس کے پیروں کے نشان اب تک موجود ہیں جو پہاڑ پر اب بھی نظر آ رہے ہیں۔

''آپ نے دیکھے ہیں۔'' ایک بھکشو نے پوچھا۔

''دیکھے ہیں'' فاہیان نے حیران ہو کر کہا۔

''میں نے ان پر اپنی آنکھیں رگڑی ہیں۔ انہیں بوسہ دیا ہے۔ وہ جگہ شاکیہ منی نے جہاں اپنے کپڑے سکھائے۔ وہ جگہ جہاں بدھا نے اژدھا کو پتھر میں بدل دیا ...... میں نے دیکھی ہے ...... اجین کے جنوب میں سوہوتو کا علاقہ ہے۔ یہاں کبھی می ے فوسا (رحمت کے بیٹے) نے باز اور فاختہ کے کھیل میں فاختہ کی جان بچانے کے لئے اپنے گوشت کا ٹکڑا دیا تھا ...... نروان کے بعد جب بدھ اپنے شاگردوں کے ساتھ یہاں سے گزرا تو اس نے شاگردوں کو مخاطب ہو کر کہا تھا۔

''دیکھو یہ وہ جگہ ہے جہاں ایک بار میں نے فاختہ کی جان بچانے کے لئے اپنے گوشت کا ٹکڑا دیا تھا۔''

اس جگہ ایک سٹوپہ بنا ہوا ہے ...... یہاں سے 5 دن کا سفر ہمیں گندھارا (قندھار) کی بادشاہت میں لے گیا جہاں آشو (اشوک) کا عظیم بادشاہ کبھی حکومت کرتا تھا اور وہ گوتم بدھ کا دیوانہ تھا۔ یہاں بدھ نے اپنی آنکھیں ایک شخص کو دان کر دی تھیں۔ سونے اور چاندی سے بنا سٹوپہ اس واقعہ کی یاد دلاتا ہے ...... گندھارا میں ہمارا قیام مختصر تھا۔ یہاں سے سات دنوں کی مسافت کے بعد ہم اس عظیم بادشاہت میں آ گئے جس میں بدھ نے اپنا سر ایک شخص کی جھولی میں ڈال دیا تھا۔ اس بادشاہت کا نام (TAKSHASILA) یعنی ٹیکسلا ہے۔ (چینی زبان میں اس کا ترجمہ کٹا ہوا سر ہے۔ شہر کا نام اسی مناسبت سے ٹیکسلا پڑ گیا)۔ اس علاقے میں گوتم بدھ نے اپنا بدن ایک بھوکی شیرنی کو دان کر دیا تھا۔ یہاں بدھ کے چار عظیم سٹوپے بنے ہوئے ہیں۔''

عبادت گاہ کے ہال میں بیٹھے تمام بھکشو آنکھیں پھاڑے حیرانی سے فاہیان کی گفتگو سن رہے تھے۔ فاہیان نے اپنی روئیداد روک کر سب پر نظر ڈالی۔ سب جاگ رہے تھے۔

موٹا بھکشو جو پچھلی رات کو سب کے ساتھ سو گیا تھا، فاہیان کی آنکھوں میں چھپا اشارہ سمجھ گیا تھا۔ بھکشو مسکرایا اور کہنے لگا......

''آج رات ہم میں سے کوئی پچھلی رات والی حماقت نہیں کرے گا۔ ہم سب جاگ رہے ہیں۔''

فاہیان مسکرا کر کہنے لگا......

''لیکن نیند نے آج مجھے گھیرے میں لے لیا ہے۔ مگر میں پوروشاپورا (پشاور) کی بات کر کے ہی آج رات کی بات کا سلسلہ ختم کروں گا۔''

''ہمارے کان باتیں سننے کے لئے بے تاب ہیں۔''

فاہیان نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں چٹخائیں اور کہنے لگا......

''بدھ نے نروان سے پہلے اس علاقے سے گزرتے ہوئے اپنے شاگرد آنند سے کہا تھا۔ کنشک نامی ایک بادشاہ آنے والے دنوں میں اس مقام پر جہاں میں کھڑا ہوں ایک شاندار سٹوپہ بنائے گا'' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بادشہ کنشک ادھر سے گزر رہا تھا۔ آسمان کے بادشاہ (SAKARA) نے کنشک کا دھیان سٹوپہ کی طرف دلانے کے لئے ایک بچے کو اس کی راہ میں بٹھا دیا۔ بچہ پتھروں کو اوپر نیچے رکھ رہا تھا۔ کنشک نے اس سے پوچھا......

''یہ کیا کر رہے ہو۔''

''میں بدھ کی عقیدت میں ایک سٹوپہ بنا رہا ہوں۔''

کنشک بہت خوش ہوا اور کہنے لگا......

''یہ کام تم نہیں میں کروں گا۔''

اور پھر سونے چاندی کا ایک سٹوپہ اسی مقام پر تعمیر کرایا جس کے بارے میں شاکیہ منی نے آنند سے ذکر کیا تھا...... یہاں بدھ کا ایک کھانے کا مرتبان بھی پڑا ہے ......ایک بادشاہ نے اسے حاصل کرنے کے لئے اس سلطنت پر حملہ کر دیا۔ مرتبان لے جانے کے لئے اسے ہاتھی پر رکھا تو مرتبان کے بوجھ سے ہاتھی زمین پر بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے ایک بڑی ریڑھی پر مرتبان کو رکھا اور آٹھ ہاتھی ریڑھی میں جوت دیئے لیکن آٹھ ہاتھی مل کر بھی ریڑھی کو نہ ہلا سکے۔ بادشاہ بڑا نادم ہوا اور مرتبان چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ اس مرتبان کی زیارت کے لئے دور دور سے زائر آتے ہیں۔ غریب آدمی دو تین پھول مرتبان میں ڈالے تو مرتبان پھولوں سے بھر جاتا ہے لیکن اگر دولت مند، امراء، وزراء اور بادشاہ سینکڑوں پھول ڈالیں تو برتن میں دو تین پھول ہی نظر آتے ہیں۔ میں نے بدھ کے سر کی ہڈیوں کا بھی اسی بادشاہت میں نظارہ کیا ہے۔''

یہ کہہ کر فاہیان نے ایک بھرپور انگڑائی لی اور کہا......

''میں بوڑھا فاہیان اب اس سے زیادہ نہیں بول سکتا۔ پشاور کے بعد میں کہاں گیا، میرے ایک ساتھی کی موت کیسے ہوئی، پانی کے لئے ہم پر کیا کیا بیتی، کیا ان ہونی ہوئی، یہ سب کچھ میں کل رات کے لئے چھوڑتا ہوں۔''

فاہیان کی بات سن کر سب بھکشو اپنی اپنی کوٹھڑیوں کی طرف چل

دیئے۔موٹا بھکشو اور نوجوان شامی بھی فاہیان کو محبت بھری نظروں سے دیکھ کر اندھیرے کمروں کی طرف چلے گئے ...... تھکن سے چور فاہیان ابھی لیٹا ہی تھا کہ خراٹے لینے لگا۔

....

متھرا کے دربار میں

متھرا کے دربار میں بادشاہ فاہیان کو بڑی عزت سے ملا۔ اسے ایک اونچی نشست پر بٹھایا۔ تحفے تحائف پیش کئے۔ دربار میں چاروں طرف دیئے جل رہے تھے۔ تمام درباری، وزراء، خادم فاہیان کو عجیب وغریب نظروں سے دیکھ رہے تھے جن میں عقیدت بھی تھی اور چین کے بارے میں نئی نئی باتیں جاننے کا اشتیاق بھی ...... یہ فطری بات ہے کہ کوئی زائر یا مسافر لمبی مسافت طے کر کے کہیں قیام کرے تو مقامی لوگ اس کے مشاہدات اور تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ دربار میں بیٹھے تمام لوگ یہی شوق اور اشتیاق لے کر آئے تھے۔ بادشاہ نے فاہیان کو تحائف پیش کرنے کے بعد کہا......

''چین سے یہاں تک کا سفر کیسا لگا۔''

فاہیان نے فوراً جواب دیا......

''میرا یہ سفر روحانی یاترا ہے۔ میں اس سفر کا ایک ایک لمحہ اپنی روح میں جذب کر رہا

ہوں۔ بدن کا کام تھکنا ہے لیکن اس سفر میں میری روح پھولوں کی خوشبو کی طرح ہلکی پھلکی ہے۔''

''سنا ہے تم نے گوتم بدھ کی کھوپڑی، لبادہ اور مبارک دانت دیکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔''

''شاکیہ منی نے مجھے یہ سعادت بخشی ہے۔ میں نے ان تینوں متبرک چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔''

فاہیان نے بڑی عقیدت سے جواب دیا......

بادشاہ نے اپنے تخت پر پہلو بدلا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا......

''ان کے بارے میں کچھ بتلا کر کیا تم ہمیں روحانی تسکین نہیں بخشو گے۔''

''ضرور۔ کیونکہ بدھ مت کا مرکزی عمل یہی ہے کہ دوسروں کو سکھ دیا جائے۔ شاکیہ منی نے قدم قدم پر اپنی آنکھ، سر، شریر دے کر اسی چیز کا پرچار کیا ہے۔''

فاہیان نے یہ کہہ کر اپنی چادر کو اپنے دونوں کاندھوں پر لیا اور پھر آنکھیں بند کر کے گزری یادوں کو از سر نو مرتب کیا۔ چند لمحے خاموش بیٹھا رہا...... بادشاہ اور سارے درباری اسے غور سے دیکھ رہے تھے۔ چاروں طرف چپ کا پہرہ تھا۔ صرف ہوا سر کے بال اڑا رہی تھی اور شاید یہ چلتی ہوا بھی فاہیان کو سوچ میں ڈوبا دیکھنے کے لئے رکی تھی۔ اچانک فاہیان کے لب کھلے اور اس نے کہا......

''ناکی کی بادشاہت پروشا پور (پشاور) سے مغرب کی طرف تقریباً 16 (YOJANAS) (ایک یوجن تقریباً 7 میل) کے فاصلے پر ہے جہاں بدھ کے سر کی ہڈیاں رکھی ہوئی ہیں۔ (ناکی موجودہ جلال آباد ہے جو افغانستان میں

ہے) بادشاہ کو ان ہڈیوں سے بڑا لگاؤ اور عقیدت ہے۔ اسے خدشہ ہے کہ کہیں یہ ہڈیاں چوری نہ ہو جائیں چنانچہ اس نے اس کی حفاظت کے لئے آٹھ سردار رکھے ہوئے ہیں۔ آٹھ تالے اور آٹھ چابیاں ہیں۔ غروب آفتاب کے وقت وہ آٹھوں تالے لگا دیتے ہیں۔ سورج طلوع ہوتے ہی آٹھوں آکر تالے کھول دیتے ہیں۔ ان میں سے اگر ایک بھی غیر حاضر ہو تو دروازہ نہیں کھل سکتا ...... صبح آکر آٹھوں آدمی اپنے ہاتھ خوشبو سے دھوتے ہیں اور پھر تالے کھول کر ایک ایک ہڈی نکال کر رکھتے ہیں۔ ہڈی 4 انچ لمبی ہے اور اس کا رنگ سنہری اور سفید ہے۔ ہڈی باہر نکال کر جب ہیرے جواہرات میں رکھی جاتی ہے تو ڈھول اور سنکھ بجائے جاتے ہیں۔ بادشاہ آتا ہے اور عقیدت سے پھول نچھاور کرتا ہے۔ پوجا کرتا ہے اور پن دان کرتا ہے۔ یہ ہڈیاں گولائی میں یوں رکھی جاتی ہیں کہ کھوپڑی کی شکل بن جائے چنانچہ پن دان کے بعد ہر آدمی اس کو عقیدت کے طور پر اپنے سر سے چھوتا ہے اور پھر مغربی دروازے سے باہر نکل جاتا ہے۔"

"اس طرف سے آنے والے زائر کہتے ہیں، یہاں بدھ کا عصا بھی رکھا ہوا ہے۔"

بادشاہ نے پوچھا۔

"ہاں۔ شمال مشرق میں، شہر سے ایک یوجن کے فاصلے پر۔"

فاہیان نے جواب دیا۔

"عصا کی لمبائی 6 سات نوائزے (18 یا 21 میٹر)۔"

بدھ نے اپنے شاگرد کشیب سے کہا تھا۔

"لاٹھی برائیوں سے بچنے کا بہترین سہارا ہے۔ اس کی مدد سے تین لوکوں (زمانے)

کے بندھن سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔"

"یہ عصا مندر میں رکھا ہوا ہے۔ اس کی پوجا کی جاتی ہے اور سو آدمی بھی مل کر اسے باہر نہیں نکال سکتے۔"

"سنا ہے بدھ نے اس علاقے میں اپنا سایہ بھی چھوڑا تھا۔"

بادشاہ نے کہا۔

فاہیان نے جواب دیا۔

"ہاں۔ جنوب مغرب کے پہاڑوں کے پیروں میں ...... ذرا سے فاصلے پر کھڑے ہو کر اگر دیکھیں تو یوں لگتا ہے جیسے شاکیہ منی خود کھڑے ہوئے ہیں۔ سنہری رنگت اور پرنور چہرے والے شاکیہ منی اپنے پورے جاہ وجلال کے ساتھ ...... یہ سب کچھ فاصلے سے نظر آتا ہے۔ قریب جائیں تو یہ شبیہہ دھندلا جاتی ہے۔ یہاں کے لوگوں کا یقین اور اعتقاد ہے کہ 1000 بدھ اپنے سائے اسی مقام پر چھوڑیں گے ...... "مقام سایہ" سے 200 قدم مغرب کی طرف بدھ نے اپنی تپسیا کے دوران اپنے بال اور ناخن کاٹے تھے۔ بدھ کے شاگردوں نے یادگار کے طور پر یہاں بڑے شاندار سٹوپے بنائے ہیں ......"

فاہیان نے بات ختم کی۔ ساتھ رکھی ہوئی اپنی پانی کی تھیلی سے دو گھونٹ پانی پیا اور پھر کہنے لگا۔

"وادی سے مغرب کی طرف چار دن سفر کریں تو بدھ کا ایک مندر آتا ہے جس میں بدھ کا لبادہ رکھا ہوا ہے۔ اس کی پوجا کی جاتی ہے۔ ایک سال بارش کا ایک قطرہ نہ برسا ملک میں قحط پڑ گیا۔ بدھ کے عقیدت مند لبادہ اٹھا کر مندر سے باہر لے آئے

تو دیکھتے ہی دیکھتے آسمان بادلوں سے بھر گیا اور زور شور سے مینہ برسنے لگا۔ بدھ کی اس سینگ کیالی (بڑی چادر) کو بڑے احترام سے چوما اور پوجا جاتا ہے۔ اس کا رنگ گیروا ہے۔''

فاہیان یہ سب کچھ کہہ کر خاموش ہو گیا اور سر جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ کافی دیر جب اس نے اپنے جھکے سر کو اوپر نہ اٹھایا تو بادشاہ نے پوچھا......

''استاد فاہیان خیریت تو ہے۔''

فاہیان نے سر اوپر اٹھایا تو بادشاہ نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔

''خیریت استاد۔ میری سلطنت میں تمہارے ساتھ کچھ زیادتی تو نہیں ہوئی۔ خاطر مدارت میں کچھ کمی۔ کسی نے کچھ کہا ہو۔''

بادشاہ نے یہ سب کچھ تیزی سے کہا اور پھر تخت پر پہلو بدلنے لگا۔

فاہیان نے ہاتھ کے اشارے سے بادشاہ کو کہا......

''آپ فکر نہ کریں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ کی بادشاہت میں آ کر مجھے سب کچھ ملا ہے مجھے کوئی گلہ شکوہ نہیں۔ مجھے تو اپنا ساتھی ہوئی کنگ یاد آ گیا تھا۔''

''ہوئی کنگ۔ کہاں ہے وہ۔ کیا ہوا اسے۔''

بادشاہ نے پوچھا۔

''اسے سفید پہاڑ کی برفباری کھا گئی۔''

فاہیان نے کہا۔

نا کی (جلال آباد) کی بادشاہت سے جب ہم سفر پر روانہ ہوئے تو

جنوب کی طرف برفیلے پہاڑوں کا ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے جہاں گرمیوں وہیں بھی برف پڑتی رہتی ہے اتنی شدید ٹھنڈ پڑتی ہے کہ آدمی بات بھی کرے تو الفاظ ہوا میں جم جاتے ہیں۔ برفیلی ہواؤں اور یخ بستہ موسم نے ہمارا خون منجمد کر دیا۔ ٹھنڈک نے ہمارا خون رگوں میں روک دیا...... اس موسم کی شدت کے سامنے ہوئی کنگ نے ہتھیار ڈال دیئے۔ برف کے ڈھیر پر گر گیا۔ اس کے منہ سے سفید جھاگ نکلنے لگی اور اس نے ٹوٹے لفظوں میں کہا......

''......استاد فاہیان، یہاں سے بھاگ جاؤ ورنہ میری طرح تم سب لوگ بھی جم جاؤ گے...... میری فکر نہ کرو۔ میرا بچنا محال ہے مجھے مرنے دو...... اپنی جانیں بچا لو......''

میں نے اسے بڑی تسلی دی۔ مگر وہ حوصلہ چھوڑ چکا تھا۔ وہ مر گیا۔ اور برف کے ڈھیر میں دفن ہو گا ی۔''

فاہیان پھر چپ ہو گیا چند لمحوں کے بعد بولا......

ہوئی کنگ اس روحانی مہم میں میرا شریک تھا۔ شیان سے ہم اکٹھے چلے تھے۔ اب میں واپس چین اس کے بغیر جاؤں گا۔''

فاہیان نے سر جھکایا اور دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔

....

سینک کیاشی [1]

فاہیان نے متھرا سے جنوبی ہند کی طرف سفر شروع کیا۔ اسے سینک کیاشی پہنچنے میں کئی ماہ لگ گئے۔ راستے میں نہ کوئی پہاڑ آیا نہ سطح مرتفع، صرف نالے ندیاں اور سرسبز علاقہ تھا۔ اس سفر میں وہ کئی بار مرتے مرتے بچا۔ جب موت اس کے سر پر منڈلا رہی تھی تو اس کے روحانی گرو شاکیہ منی ہی اس کی مدد کو آئے۔

ایک دن چلتے چلتے فاہیان کو دور شام کے دھندلکے میں ایک عبادت گاہ نظر آئی۔ اس نے سوچا "چلو اچھا ہے۔ بدھ کے مندر کی زیارت کروں گا۔ رات گزار کر صبح اپنا سفر جاری رکھوں گا"۔

فاہیان اس طرف بڑھنے لگا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا جب وہ عبادت گاہ کے دروازے پر پہنچا تو بھکشو سونے کی تیاری کر رہے تھے۔ انہوں نے فاہیان کو کھلے دل سے خوش آمدید کہا۔ پیر دھلائے، کھانا دیا، آرام کے لئے بستر۔ جب فاہیان آلتی پالتی مار کر بستر پر بیٹھ گیا تو عبادت گاہ کے بھکشو کی طرف دیکھ کر بولا۔

''آپ نے پوچھا ہی نہیں کہ میں کون ہوں''۔

بھکشو نے ہنس کر جواب دیا۔

''ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم شاکیہ منی کے بھگت ہو اور اس کے عبادت خانے میں آئے ہو''۔

فاہیان بھکشو کی بات سن کر بڑا خوش ہوا۔ اپنا تعارف کرایا ...... آنے کا مقصد بتلایا۔ اور چین کے بارے ہوں بھکشوؤں کو معلومات دیں۔ بھکشوؤں نے فاہیان کو بدھ کی چند کتابیں دیں جو قلمی نسخے تھے۔ فاہیان یہاں تین چار دن ٹھہرا اور پھرآگے کی راہ پکڑی۔ آگے خطرہ اس کی گھات میں بیٹھا تھا۔

ایک ندی عبور کر کے فاہیان جب کنارے پر پہنچا تو چار برہمن ایک درخت کے نیچے بیٹھے اسے گھور رہے تھے جب فاہیان ان کے قریب پہنچا تو بوڑھے برہمن نے اپنے ساتھیوں سے کیا۔

''اس بار دیوتا کی بھینٹ چڑھانے کے لئے شکار بھی ملا تو غیر ملکی بھکشو''۔

اس کے ساتھ برہمن نے جواب دیا۔

''تو پھر کیا ہو۔ بھینٹ تو بھینٹ ہی ہے۔ کسی ملکی کی ہو یا غیر ملکی کی''۔

فاہیان سمجھ گیا کہ اس کی جان خطرے میں ہے۔ لیکن اب کچھ ہو نہیں سکتا تھا۔ وہ چار تھے اور فاہیان اکیلا۔ فاہیان نے یہی مناسب سمجھا کہ ان وحشی درندوں سے جان بچانے کے لئے عقل کی ضرورت ہے۔ شاید ان بے عقل درندوں پر عقل کی کوئی بات اثر کر جائے۔

بڑے برہمن نے فاہیان کو غور سے دیکھا اور پوچھا۔

''کہاں سے آئے ہو''۔

''چین سے''۔

''جاسوسی کرنے''۔

''نہیں بدھ کی تعلیم حاصل کرنے''۔

برہمن نے ہنس کر کہا۔

''اتنا سفر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ گوتم بدھ کو وہاں بلا لیتے۔''

''پیاسا کنوئیں کے پاس جاتا ہے۔ کنواں پیاسے کے پاس نہیں۔''

فاہیان کی بات کا چھوٹے برہمن نے ہنس کر جواب دیا۔

''اب ہم تمہیں کنوئیں سے جانے ہی نہیں دیں گے۔ عمر بھر کے لئے کنوئیں کے سپرد کر دیں گے۔ جی بھر کے پیاس بجھا لینا۔''

یہ کہہ کر اس نے دور درخت کے نیچے ایک کنوئیں کی طرف اشارہ کیا۔

فاہیان نے اس کی بات سن کر کہا۔

''انسان کے ہاتھوں انسان کا خون پاپ ہے''۔

''لیکن بھیڑ کا خون پاپ نہیں ہے''۔

بڑا برہمن بولا۔

فاہیان نے چاروں طرف دیکھا اسے کوئی بھیڑ نظر نہیں آئی۔ اس نے برہمن سے پوچھا۔

''بھیڑ...... مگر مجھے تو کوئی بھیڑ نظر نہیں آ رہی''۔

برہمن نے کہا۔

''وہ بھیڑتم ہو۔''

''نہیں میں انسان ہوں۔''

''نہیں تم بھیڑ ہو۔''

برہمن نے کہا۔ اور پھر اپنے تین ساتھیوں کو اشارہ کر کے کہا۔

''اس بھیڑ کو درخت کے ساتھ باندھ دو۔ اس کی بلی کا وقت ہو گیا ہے۔''

بڑے برہمن کی بات سن کر تینوں برہمن بھیڑیوں کی طرح فاہیان پر جھپٹے اور چشم زدن میں اسے بانہوں میں جکڑ لیا۔ اور ایک مضبوط رسی سے اسے درخت سے باندھ دیا۔ اور پھر ایک تلوار نما چیز کو ایک پتھر پر رگڑنے لگے۔ موت فاہیان کے سر پر منڈلا رہی تھی مگر اس کا دل کہہ رہا تھا کہ شاکیہ منی کا بھکشو یوں نہیں مر سکتا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور تصور میں بدھ سے رشتہ جوڑ لیا۔ اچانک اس کے کانوں میں خوفناک بھیڑیوں کی آوازیں آنے لگیں۔ پہلے اس نے سوچا کہ چاروں برہمن اسے مارنے سے پہلے بھیڑیوں کی آوازیں نکال رہے ہیں لیکن جب ان بھیڑیوں کی آوازوں میں اسے انسانی آوازیں بھی آنے لگیں تو اس نے آنکھیں کھول لیں۔ اس کی آنکھوں نے بڑا عجیب وغریب منظر دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ چار بھیڑیئے برہمنوں پر جھپٹ رہے ہیں۔ اور ان کی تکا بوٹی کر رہے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان بھیڑیوں نے چاروں برہمنوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ فاہیان نے سوچا۔ اب اس کی باری ہے۔ چاروں بھیڑیئے برہمنوں کو ختم کر کے ایک قطار میں فاہیان کی طرف بڑھنے لگے۔ فاہیان نے اس بار آنکھیں بند نہیں کیں بلکہ اپنی طرف آتے بھیڑیوں کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ چاروں بھیڑیئے اس کے پاس آ کر

رک گئے۔ ان میں سے ایک فاہیان کے پیچھے چلا گیا اور اس کے بندھے ہوئے ہاتھوں کی رسی کھولنے لگا۔ اور رسی اتنی احتیاط سے کھولی کہ فاہیان کے ہاتھوں پر خراش تک نہ آئی۔ فاہیان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے آنکھیں بند کیں آنسوؤں کو آنکھوں ہی میں روکا۔ دوبارہ آنکھیں کھولیں تو اسے کوئی بھیڑیا نظر نہ آیا۔ بس چار برہمنوں کی لاشیں اس کے سامنے پڑی ہوئی تھیں۔

فاہیان نے چاروں مردہ برہمنوں پر ایک نظر ڈالی۔ اپنی لاٹھی اور تھیلا اٹھایا اور جائے واردات سے باہر نکل گیا۔ برہمنوں کے سلوک سے اسے جتنی اذیت ملی تھی۔ بھیڑیوں کی آمد نے اسے مسرت میں بدل دیا تھا۔ لیکن وہ پھر بھی تھکن اور کمزوری محسوس کر رہا تھا...... وہ تیز تیز قدم اٹھا کر شام ہونے سے پہلے کسی ایسے مقام پر پہنچنا چاہتا تھا جہاں وہ رات گزار سکے لیکن اس نے دور دور تک نظر دوڑا کر دیکھا کہیں آبادی کا نشان نظر نہ آیا۔ البتہ ایک طرف درختوں کے ایک جھنڈ پر اسے کچھ پرندے اڑتے نظر آئے۔ اس کی ہمت بندھی۔ اس نے سوچا پرندے ہیں تو ضرور آس پاس انسانوں کے گھر بھی ہوں گے۔" ایک اندر کی آواز نے پہلی آواز کا جواب دیا۔

"اگر ہوئے بھی تو شاکیہ منی بھی تو ہے"

آواز کے اس جملے سے اسے بہت تقویت ملی اور اس کی رفتار میں مزید تیزی آ گئی۔ اور وہ جب درختوں کے جھنڈ میں داخل ہوا تو سورج ایک اونچے درخت کی سب سے اوپر والی شاخ سے بیٹھا اسے تیز نظروں سے گھور رہا تھا۔ فاہیان سوکھے درختوں کے پتوں کو پیروں سے روندتا ہوا آگے بڑھا۔ اور ایک پگڈنڈی پر ہولیا جو درختوں

میں سے بل کھاتی کسی طرف جا رہی تھی۔

''میں راستے کے ساتھ ساتھ چلوں گا۔کہیں تو لے جائے گا۔''

اور یہ پگڈنڈی اسے ایک کنوئیں کے پاس لے گئی۔ جہاں ایک موچی سر جھکائے چمڑے کے دو لمبے لمبے ٹکڑوں کو کالے موٹے دھاگے سے بڑے انہماک سے اوپر تلے رکھ کر سینے کی کوشش کر رہا تھا۔ قدموں کی چاپ سن کر موچی نے اوپر گردن اٹھالی اوراس کی انگلیاں دھاگہ لپیٹتے لپیٹتے رک گئیں۔ 55,50 سال کا صحت مند آدمی، موٹی ناک، لمبی گردن، لمبے لمبے الجھے ہوئے بال کالا رنگ...... اس نے فاہیان پرایک بھرپورنظرڈالی اور پوچھا۔

''مسافر لگتے ہو۔کہاں سے آئے ہو۔''

''گوتم بدھ کا بھکشو ہوں۔چین سے آیا ہوں۔''

فاہیان نے جواب دیا۔

موچی نے فاہیان کی بات سن کرگردن ہلائی اور پوچھا۔

''گوتم بدھ کا بھکشو یہاں تک زندہ سلامت کیسے پہنچ گیا۔ناستک برہمنوں کا ٹولہ نہیں ملاتمہیں۔''

''ملا تھا''

''پھر کیا ہوا''

''انہیں بھیڑئے کھا گئے''

''کیسے''

''وہ مجھے درخت سے باندھ کر میری بلی چڑھانا چاہتے تھے مگر میرے گروشاکیہ منی کو

یہ بات پسند نہیں آئی کہ اس کا بھکشو بے موت مارا جائے۔ اس نے چار بھیڑیئے بھیجے جو آ کر چاروں ناستکوں کو کھا گئے۔''

موچی نے فاہیان کی بات بڑے دھیان سے سنی اور ہاتھ کے اشارے سے کہا۔

''بیٹھ جاؤ''

فاہیان اس کے بائیں طرف بیٹھ گیا۔ جہاں ایک مٹی کے گڑھے پر رنگین کپڑا پڑا ہوا تھا۔ فاہیان کو کپڑا دیکھ کر کچھ یاد آ گیا اور وہ اس کے کچھ دور جا کر بیٹھ گیا...... موچی نے چند لمحے گزرنے کے بعد کہا۔

''پیاس لگی ہوگی۔ مٹی کے پیالے میں گھڑے سے پانی نکال کر پی لو۔''

فاہیان نے موچی کی بات سنی۔ گھڑے کی طرف دیکھا۔ فاہیان کے چہرے پر فکر کی ایک پرچھائیں سی لہرائی اور وہ مزید سمٹ کر بیٹھ گیا۔ موچی نے اسے پھر دیکھا اور کہا۔

''شاید تم اس لئے پانی نہیں پی رہے کہ میں قابل نفرت جاتی کا آدمی ہوں...... مگر تمہارا گوتم بدھ تو ایسا نہیں سوچتا...... وہ تو سب کو انسان سمجھتا ہے۔''

''میں بھی گوتم بدھ کی اس بات کو مانتا ہوں۔''

فاہیان نے جواب دیا۔

''تو پھر پانی کیوں نہیں پیتے۔''

''ایک ہونی سے ڈرتا ہوں۔ جو ہمارے ساتھ ہو چکی ہے۔''

فاہیان نے کہا۔

''ایسی کون سی ہونی ہے جو تمہیں پانی پینے سے روکتی ہے''

موچی نے فاہیان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا فاہیان نے مسکرا کر موچی کو دیکھا اور کہا۔

''اگر میں کپڑا ہٹا کر اس گھڑے سے پانی پی لوں۔تو کیا مجھے تمہاری بیٹی سے شادی تو نہیں کرنا پڑے گی۔''

موچی نے حیران ہو کر پوچھا۔

''تم نے یہ بات کیوں پوچھی''

فاہیان نے جواب دیا۔

''یہ لمبی کہانی ہے''

''سناؤ میں سن رہا ہوں''

فاہیان نے بات شروع کی۔

چین سے میں اکیلا نہیں۔ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ چلا تھا۔ ریگستان عبور کرتے ہوئے ایک بار میں بہت بیمار ہو گیا۔ ریگستان میں دور دور تک پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ چلتے چلتے ایک طرف زندگی کے کچھ نشانات دکھاتی دیئے۔ میرے ایک ساتھی نے کہا۔

''استاد تم اس درخت کے نیچے بیٹھو۔ میں کہیں سے پانی لے کر آتا ہوں'' یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ ہم دو دن اور دو راتیں اس کا انتظار کرتے رہے مگر وہ واپس پلٹ کر نہ آیا۔ ہمیں بڑی فکر ہوئی آخر ہم اس کی تلاش میں اس طرف چل دیئے جدھر وہ گیا تھا۔ کچے گھروں کی ایک آبادی میں ہم پہنچے تو وہاں جا کر پتہ چلا کہ ہمارے ساتھی کو گاؤں والوں نے ایک درخت سے باندھا ہوا ہے اور ایک عورت بنی سنوری اس

کے پاس بیٹھی ہے۔ مجھے دیکھ کر درخت سے بندھا میرا ساتھی چلا چلا کر کہنے لگا۔

''استاد مجھے بچاؤ۔ یہ لوگ اس عورت سے میری شادی کرنا چاہتے ہیں۔''

بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ تو گاؤں والوں میں سے ایک بوڑھا میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔

''میری بیٹی اپنا شوہر ڈھونڈنے گھر سے نکلی تھی۔ کچے گھڑے پر اپنا دوپٹہ ڈال کر وہ بیٹھ گئی۔ ہمارے گاؤں کی یہ رسم ہے کہ جو آدمی دوپٹہ اٹھا کر گھڑے سے پانی نکال کر پیئے گا وہی اس لڑکی کا شوہر ہوگا۔ جس کا دوپٹہ گھڑے پر رکھا ہے......تمہارے اس ساتھی نے دوپٹہ اٹھا کر گھڑے سے پانی پی لیا۔ اب یہ میری بیٹی کا شوہر ہے۔ اسے میری بیٹی سے شادی کرنا ہوگی۔''

''میں نے لڑکی کے باپ کو بہت سمجھایا کہ یہ بدھ کا بھکشو ہے یہ شادی نہیں کرسکتا۔ لیکن اس نے میری ایک نہ سنی۔''

''پھر جان کیسے چھوٹی''

موچی نے پوچھا۔

ہماری قسمت اچھی تھی۔ بھکشوؤں کا ایک گروہ اس گاؤں سے گزر رہا تھا۔ میں نے انہیں پوری کہانی سنائی۔ انہوں نے گاؤں کے بوڑھے کو سمجھایا۔ بڑی مشکل سے اس نے بات مانی۔''

فاہیان کو جب تسلی ہوگئی تو اس نے مٹی کے پیالے میں پانی انڈیلا اور پی گیا۔ اور پھر موچی اسے اپنے گھر لے گیا۔ جو ایک دوفرلانگ کے فاصلے پر تھا۔

فاہیان اس موچی کے پاس چار دن رہا۔ دوسری صبح وہ اٹھ کر چلنے لگا تو موچی نے کہا۔

''میں تمہیں جوتیوں کا ایک جوڑا بنا کر دینا چاہتا ہوں۔تمہاری جوتی ٹوٹ گئی ہے۔ جب تک میں جوتی نہیں بنا لیتا تم میرے مہمان ہو۔''

موچی کو جوتی بنانے میں تین دن لگے۔ چوتھے دن فاہیان نئی جوتی پہن کر موچی کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کر کے سینک کیاشی کی طرف چل دیا۔

سینگ کیاشی میں شہر کے بھکشوؤں نے فاہیان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ پاؤں دھوئے، نئے کپڑے پہنائے آرام دہ بستر سونے کو دیا۔ اور ایک ہفتہ اسے چارپائی سے نیچے پاؤں نہیں رکھنے دیا۔ آٹھویں دن فاہیان نے بڑے بھکشو کو کہا۔

''آرام میرا مقصد نہیں۔ میرے پاؤں میں گردش اور دل میں گوتم بدھ کی محبت کا رشتہ بندھا ہے۔ مجھے اس مٹی کے بارے میں کچھ بتلاؤ۔ جہاں میں سانس لے رہا ہوں۔''

بڑے بھکشو نے اسے ہنس کر جواب دیا۔

''آج رات اس چیز کا خیال رکھا گیا ہے۔ تمہیں آج سات سیڑھیوں والے شاکیہ منی کے مندر میں لے جایا جائے گا۔''

اور واقعی رات کو فاہیان گوتم بدھ کے عظیم الشان مندر میں بیٹھا تھا۔ جہاں ہزاروں بھکشو کی سربراہی میں فاہیان کی آؤ بھگت کر رہے تھے۔ بڑے بھکشو نے فاہیان سے اونچی آواز میں مخاطب ہو کر کہا۔

''یہ اونچی جگہ تم دیکھ رہے ہو۔ جس جگہ سے سات سیڑھیاں زمین کی طرف اترتی ہیں۔ اسی جگہ بیٹھ کر بدھ نے دکھ، زندگی اور دوسرے جہان کی بات کی تھی۔ اور اسی

جگہ شاکیہ منی اپنی مایا(2) کو تبلیغ کرنے 33 دن کے لئے آسمان پر گئے تھے۔"

گوتم بدھ کو جنم دے کر اس کی ماں مر گئی تھی 32 دیوتاؤں نے آسمان پر گوتم کی ماں کا استقبال کیا۔ اتنے مہان اور عظیم انسان کو جنم دینے پر اس کی بڑی عزت کی۔ گوتم نے سوچا جس ماں نے مجھے اپنی کوکھ میں پالا ہے مجھے اس کو بھی بدھ مت کا درس دینا چاہئے۔ چنانچہ وہ اپنی ماں کو بدھ مت کی تبلیغ کرنے کے لئے آسمان پر چلے گئے...... 33 دن گوتم بدھ سنیک کیاشی سے غائب رہے۔ بھکشوؤں اور چاہنے والوں کا اشتیاق بڑھ گیا تو اے نالیو[3] نے مولیان[4] سے کہا۔

"جاؤ اور جہان کی محترم ہستی (گوتم بدھ) کو تلاش کرو۔"

اے نالیو کی بات سن کر مولیان تصور میں گوتم بدھ کے پاؤں کی پوجا کرنے آسمان پر گیا اور زمین پر لوگوں کے بڑھتے ہوئے اشتیاق اور بے چینی کا ذکر کیا۔ شاکیہ منی نے جواب دیا۔

"تم جاؤ مولیان۔ میں سات دن بعد زمین پر اتروں گا۔"

مولیان نے آکر زمین پر لوگوں کو گوتم بدھ کا پیغام دیا اور چاہنے والے چیونٹیوں کی طرح سینک کیاشی میں جمع ہونے لگے۔

سات دن بعد بدھ آسمان سے زمین پر اترا۔ سنہری سیڑھیوں کا ایک تہرا سلسلہ آسمان سے زمین کی طرف آیا۔ گوتم بدھ درمیانی سیڑھی سے سات قیمتی نوادرات لے کر زمین پر اترا۔[5] اس کے پیچھے آسمانی دیوتاؤں کا ایک ہجوم اترا۔ سب سیڑھیاں زمین میں دھنس گئیں۔ صرف سات بچیں۔ جہاں چبوترے پر بیٹھ کر

بدھ نے خطبہ دیا۔ بعد میں آنے والے بادشاہ اشوک نے یہ سیڑھیاں کھدوا کر پانی کی تہہ تک پہنچنا چاہا لیکن اسے ناکامی ہوئی اور پھر یہاں گوتم بدھ کا عظیم الشان مندر بنا دیا۔

بھکشو نے بہت سی باتیں کیں اور پھر ایک سٹوپہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''وہ سٹوپہ جو تم دیکھ رہے ہو۔ وہاں بیٹھ کر گوتم نے ناخن اور بال کاٹے تھے...... اس سٹوپہ کے آس پاس ایک ہزار بھکشو اور بھکشنیاں رہتی ہیں۔ اور مل جل کر کھانا کھاتی ہے''۔

بھکشو یہ بات کہہ کر خاموش ہو گیا اور پھر کہنے لگا۔

بھکشوؤں کی اس رہائش گاہ میں سفید کانوں والا ایک جن رہتا ہے۔ بھکشو اس کی بڑی خاطر مدارت کرتے ہیں۔ وہ بھکشوؤں کے رزق اور فصل میں بڑی فراوانی کرتا ہے۔

بھکشو روز تین آدمیوں کو کھانا دے کر دیو کے سٹوپہ میں بھیجتے ہیں۔ دیو ایک چھوٹے سے سانپ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ بھکشو اسے ایک برتن میں بالائی ڈال کر پیش کرتے ہیں۔ وہ تخت سے اتر کر فرش پر آتا ہے۔ کھانا کھا کر چلا جاتا ہے۔ دو سال میں ایک بار ظاہر ہوتا ہے۔ اسی کی وجہ سے اس سلطنت میں زرخیزی ہے۔''

بھکشو نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

''مندر سے شمال کی طرف اگر تم پچاس یوجن[1] کا فاصلہ طے کر کے جاؤ تو

آگ کی سرحد شروع ہوتی ہے۔اس جگہ بدروح کو گوتم نے اپنا مرید بنایا تھا......گوتم نے یہاں پانی سے اپنے ہاتھ دھوئے تھے۔ گوتم کے ہاتھوں سے گرے پانی کے قطرے آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ زمین کو جتنا صاف کرو۔ پانی کے قطرے پھر ابھر آتے ہیں اس جگہ گوتم بدھ کا ایک سٹوپہ ہے۔سٹوپہ کے اردگرد ایک روح آ کر جھاڑو دیتی ہے۔ایک ناستک بادشاہ نے یہاں اپنی فوج کھڑی کر دی اور کہا۔

''میری فوج یہاں گندگی پھیلائے گی۔ دیکھتا ہوں روح کیسے صاف کرتی ہے......''

دوسرے دن تیز ہوا چلی اور سارا گند اڑا کر لے گئی۔ یہاں گوتم بدھ کے سو سے زائد سٹوپے ہیں............ اس جگہ تمہیں وہ جگہ بھی ملے گی جہاں گوتم نے اپنے کپڑے سکھائے تھے اور زمین پر کپڑوں کی سلائی کے نشانات موجود ہیں۔ چاروں طرف گھاس اگتی ہے بس اس جگہ نہیں اگتی۔''

بھکشوؤں کا استاد ساری رات فاہیان کو گوتم بدھ کے بارے میں بتلاتا رہا۔ جب سورج نے کروٹ بدلی اور بادلوں کی چادر سرکا کر رات کو سرگوشی میں جانے کے لئے کہنے لگا تو بھکشو کے لہجے میں تھکن کی چاپ سنائی دینے لگی۔وہ اٹھا اور فاہیان سے کہنے لگا۔

''آج کی رات کے لئے اتنا کافی ہے باقی باتیں کل رات ہوں گئیں۔''

سارے بھکشو اٹھے اور چیونٹیوں کی طرح رینگتے ہوئے اپنی اپنی رہائش گاہوں کی طرف جانے لگے۔ بڑا بھکشو فاہیان کو لے کر مہمان خانے کی طرف بڑھنے لگا۔

....

حواشی

(1) سینک کیاشی:-

موجودہ دور کا فرخ آباد جو قنوج سے 25 میل کے فاصلے پر ہے۔ 70,60 گھروں پر مشتمل گاؤں جو کبھی ایک قلعہ ہوا کرتا تھا۔ سنیک کیاشی، سمکشیہ کا چینی ترجمہ ہے اس شہر کا ذکر رامائن میں بھی آیا ہے۔

(2) مایا: گوتم کی ماں جو گوتم کی پیدائش کے سات دن بعد مر گئی تھی۔ اور آسمان پر جا کر اس نے دوبارہ جنم لیا۔ جنس کی تبدیلی کے بعد اس نے دیوتا کا روپ دھار لیا تھا جس کا نام ''مترو'' تھا۔

(3) اے نالیو: گوتم بدھ کے دس شاگردوں میں سے ایک جو ماضی، حال، مستقبل کو دیکھنے والی آنکھ رکھتا تھا۔

(4) مولیان: گوتم بدھ کا قابل احترام شاگرد۔

(5) سات نوادرات:-

(1) سنہری خزانہ:14- فٹ قطر کا چکر جس میں ایک ہزار شعائیں ہیں۔ یہ آسمانی فن کا......

(2) سفید ہاتھی کا خزانہ:- (نیلا پربت) طاقت ور ہاتھی جو ہوا میں اڑ سکتا ہے۔

(3) ارغوانی گھوڑا:-(تیز ہوا) ہوا میں اڑنے والا۔ جس کے بالوں میں موتی۔ جس کے پاؤں سے چھونے والی گرد سونا بن جاتی ہے۔

(4) مقدس موتی:-(روشنی کے بادل) جو رات کو اردگرد کے علاقے کو منور کرتے ہیں۔

(5) دوشیزہ یشب کا خزانہ:-(پاکیزہ، نیک) جس کا بدن سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں ٹھنڈا۔ دوسری عورتوں کی طرح وہ ناپاک نہیں۔ اس کے بدن کے مساموں سے خوشبو اور مہک پھوٹتی ہے۔

(6) وسیع تر خزانہ:-زمین اور آسمانوں میں دفن سارے خزانے۔

(7) چکروتی راجہ:-سپہ سالار، جو آنکھ کا اشارہ کرے اور چاروں طرف فوج جمع ہو جائے۔

کی جاؤ ای

سینک کیاشی میں فاہیان نے بڑے اچھے دن گزارے۔ شامین اور بھکشوؤں نے اسے بڑا پیار دیا۔ عزت دی اور پھر عقیدت، تحائف اور بھیگی آنکھوں سے اسے شہر سے رخصت کیا۔ اب فاہیان کے قدم اس راستے پر اٹھنے لگے جو اسے کی جاؤ ای یا کنیا کیچ[1] کی بادشاہت میں لے گیا۔ جو دریائے ہینگ[2] کے دائیں کنارے پر واقع ہے۔ موجودہ زمانے میں اس شہر کا نام قنوج ہے اور دریائے ہینگ کو زمانہ آج گنگا کے نام سے یاد کرتا ہے۔

فاہیان ندی نالے جنگل عبور کرتا ہوا ایک راستے پر بیٹھا ستا رہا تھا کہ سورج کی روشنی مدھم پڑنے لگی اور اچانک ایک بادل کے ٹکڑے نے سورج کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اندھیرا، شام، رات، بارش اور آندھی فاہیان کے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ سالہا سال سے وہ انہیں معمول کی چیزیں سمجھ رہا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ اب شام کی دیوی جنگل میدان وادی میں اپنا بوریا بستر بچھا رہی ہے تو اس

نے بھی چادر ایک درخت کے نیچے بچھائی اور لیٹ گیا ...... ابھی اس نے آنکھیں بند ہی کی تھیں کہ اسے بھدی آواز میں گانے اور ہلکی ہلکی گھنٹیوں کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور اس طرف دیکھنے لگا جدھر سے آواز آ رہی تھی۔ اسے دور راستے پر اندھیرے میں روشنی کے دو تھرکتے ہوئے نقطے سے نظر آ رہے تھے جو آہستہ آہستہ قریب آ رہے تھے۔ مردانہ آواز میں کوئی گیت گا رہا تھا اور پھر اس آواز میں بیلوں کی گھنٹیاں اور گاڑی کے پہیوں کی آوازیں بڑھنے لگیں۔ رتھ نما گاڑی قریب آئی تو اس نے دیکھا کہ ایک کالے رنگ کا مرد گاڑی چلا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ایک مرد ہاتھ میں لاٹھی لے کر بیٹھا ہے۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھیں، کالی کالی بڑی بڑی مونچھیں ...... فاہیان کو دیکھ کر وہ لاٹھی لے کر گاڑی پر ہی کھڑا ہو گیا۔ گاڑی فاہیان کے قریب آ کر رک گئی۔ گانے کی آواز اور گھنٹیوں کا شور بھی رک گیا۔ لاٹھی والے مرد نے گرجدار آواز میں پوچھا ......

''بوڑھے آدمی، کون ہو تم؟''

فاہیان نے جان لیا کہ یہ اسے کوئی چور، ڈاکو سمجھ رہے ہیں۔ فاہیان نے ہاتھ ہلا کر کہا ......

''ڈرنے کی کوئی بات نہیں، میں بدھ کا بھکشو ہوں چین سے آیا ہوں میرا نام فاہیان ہے۔''

گاڑی والے کو شاید فاہیان کی بات کا یقین آ گیا تھا۔ لاٹھی والے کو اشارہ کیا وہ بیٹھ گیا۔ گاڑی والے نے فاہیان سے کہا ......

''اس جنگل میں مرنے کے لئے بیٹھے ہو۔''

''موت کا تو ایک دن مقرر ہے۔ وہ میدان میں اور گھر میں بھی آ سکتی ہے۔''

''تمہاری بات ٹھیک ہے مگر یہ جنگل اور رستہ بڑا خطرناک ہے۔ تم بدھ کے بھکشو ہو۔ برہمن انہیں مارنا اپنا دھرم سمجھتے ہیں......''

گاڑی والے نے فاہیان کو خطرے سے آگاہ کیا۔

''میں اس کا مزہ ایک بار پہلے بھی چکھ چکا ہوں۔''

فاہیان نے جواب دیا۔

''مگر میں کیا کروں۔ رات کو سفر کرنا میرے لئے مشکل ہے راستوں سے واقف نہیں اس لئے یہاں آرام کرنے کے لئے رک گیا۔''

لاٹھی والا اور گاڑی والا ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ اچانک رتھ کا پردہ ہلا اور اس میں سے ایک نسوانی آواز آئی۔

''یہ شاکیہ منی کا بھکشو ہے اسے اپنے ساتھ بٹھا لو۔ اسے کنیا کبج لے جا کر بدھ کی عبادت گاہ میں چھوڑ دیں گے......''

فاہیان کو یہ آواز سن کر بڑا اطمینان ہوا۔ وہ گاڑی والے کی طرف دیکھنے لگا کہ اب وہ کیا کہتا ہے۔ گاڑی والے نے فاہیان کو دیکھا اور کہنے لگا......

''یہ قنوج کے ایک رئیس کی بیٹی ہیں۔ بدھ کے ایک مندر سے پوجا کر کے لوٹ رہی ہیں۔ تم بدھ کے بھکشو ہو اس لئے تمہیں بیٹھنے کے لئے کہہ رہی ہیں۔''

فاہیان نے اپنی چادر لپیٹی۔ تھیلے میں ڈالی اور گاڑی کے اگلے حصے میں جا کر بیٹھ گیا۔ گاڑی بان نے بیلوں کو چلایا اور خود اونچی آواز میں وہی گیت گانے لگا جو وہ پہلے گا رہا تھا۔ بیل اس کی آواز اور دونوں طرف چلتے مدھم دیئے کی روشنی میں

چلتے رہے۔ گاڑی بان نے گاتے گاتے دم لیا تو فاہیان نے پوچھا......

''اب ہم کی جاؤ ای کی طرف جا رہے ہیں''

''ہاں'' مونچھوں والے نے جواب دیا۔

''اس کے پیچھے کوئی کہانی ہے''

فاہیان نے پوچھا......

گاڑی بان اور مونچھوں والا چپ رہے۔ رتھ میں سے نسوانی آواز نے جواب دیا۔

''کی جاؤ ای یعنی کنیا کیج مطلب ہے کبڑی حسیناؤں کا شہر''

''ایسا کیوں کہتے ہیں۔ میرا مطلب ہے یہ نام کیسے پڑا''

فاہیان نے پوچھا......

رتھ کے اندر سے پھر وہی آواز ابھری۔

''صدیوں پہلے یہاں ایک جوگی درخت کے نیچے بیٹھا بدھ کی عبادت کر رہا تھا شہر کے بادشاہ کی 99 لڑکیاں روز آ کر اسے تنگ کرتی تھیں۔ جوگی نے تنگ آ کر انہیں بد دعا دی اور وہ سب کی سب کبڑی ہو گئیں۔ صدیاں گزر گئی ہیں جوگی کی بد دعا کا اثر اب بھی جوں کا توں ہے۔''

''میں تمہاری بات سمجھا نہیں بیٹی''

فاہیان نے کہا......

''بادشاہ کی نسل اب بھی چل رہی ہے۔ بادشاہت ختم ہو گئی لیکن اس کے خاندان کے اکا دکا لوگ اب بھی باقی ہیں اس خاندان میں ہر دس لڑکیوں کے بعد اب بھی ایک کبڑی لڑکی پیدا ہوتی ہے۔''

لڑکی یہ بات کہہ کر چپ ہوگئی۔ فاہیان زیرلب بڑبڑایا۔

''یقین نہیں آتا۔''

گاڑی ساری رات چلتی رہی۔ سورج طلوع ہوا تو وہ کی جاؤ ای کی حدود میں داخل ہو چکے تھے۔ آبادی شروع ہوگئی۔ کچے پکے گھروں کا سلسلہ چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ لڑکی نے اندر سے گاڑی بان سے کہا......

''مجھے حویلی میں اتار کر چینی بھکشو کو بدھ کے مندر اتار کر آنا''

''بہت اچھا'' گاڑی بان نے کہا۔

گاڑی ایک بڑی حویلی کے سامنے رک گئی۔ حویلی کے بڑے دروازے پر بدھ کے چھوٹے چھوٹے دو سٹوپے بنے تھے...... گاڑی بان نے اتر کر رتھ کے سامنے لٹکا پردہ اٹھایا۔ رتھ کے اندر سے رئیس کی بیٹی باہر نکل کر دروازے کی طرف بڑھی۔ فاہیان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں......

یہ دوشیزہ کبڑی تھی۔

لڑکی حویلی کے دروازے میں داخل ہونے سے پہلے گاڑی کی طرف مڑی۔ فاہیان کی طرف دیکھا اور کہا......

''میں خاندان کی دسویں لڑکی ہوں۔ اب تو تمہیں بددعا کے اثر کا یقین آ گیا۔''

یہ کہہ کر لڑکی دروازے میں داخل ہوگئی اور گاڑی بان نے گاڑی چلا دی۔

فاہیان دیر تک دروازے کی طرف دیکھتا رہا۔

کی جاؤ ای کے شہر میں بدھ کے بھکشوؤں نے فاہیان کو بڑی عزت سے خوش آمدید کہا...... اس شہر کے مغرب میں دریائے ہینگ (گنگا) کے کنارے وہ جگہ

ہے جہاں شاکیہ منی نے اپنے شاگردوں کو دنیا کی ناپائیداری اور دکھ کے موضوعات پر درس دیا تھا۔ شاکیہ منی نے کہا تھا......

(i) دکھ انسانی زندگی کی اصل ہے۔

(ii) دکھ کیا ہے۔

(iii) دکھ کی وجہ کیا ہے۔

(iv) دکھ کیسے روکے جا سکتے ہیں۔

گوتم بدھ کے خیال میں دکھ کو بدھ مت میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

بھکشو خانقاہ میں بیٹھا فاہیان سے یہ باتیں کر رہا تھا۔ فاہیان نے اس سے پوچھا......

''دکھ کی اہم ترین شکل کیا ہے''

بھکشو نے فوراً جواب دیا......

''بڑھاپا...... بیماری اور موت''

''یہ تینوں چیزیں پیدائش ساتھ لے کر آتی ہیں اس لئے پیدائش بھی سب سے بڑا دکھ ہے۔''

فاہیان نے بھکشو کی باتیں بہت غور سے سنیں اور جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو اپنا تھیلہ کھول کر ایک کپڑے کے ٹکڑے پر ایک جلی ہوئی لکڑی کے کوئلے سے مخصوص نشان بنائے اور بھکشو کی باتوں کو محفوظ کر لیا۔

کی جاؤ ای میں فاہیان زیادہ دن نہیں ٹھہرا وہ جب تک یہاں رہا کبڑی حسینہ کے بارے میں سوچتا رہا آخر ایک دن وہ بھکشوؤں سے رخصت لے کر

کیوسالو[3] کی طرف روانہ ہو گیا۔

کی جاؤ ای سے مغرب کی طرف 34 میل یعنی آٹھ یوجن کے فاصلے پر کیوسالو کی بادشاہت تھی۔ شہر کی آبادی بہت ہی کم ...... یہاں شاکیہ منی نے ایک مکار شیطان ینگ کو[4] بدھ مت کا پیرو بنایا بعد میں آنے والوں نے یہاں سٹوپے بنائے۔

اس بادشاہت میں ایک ایسا مندر بھی تھا جس کے بارے میں روایت تھی کہ بدھ نے یہاں 25 سال فاقہ کشی میں گزارے۔

''میں اس مندر میں ضرور جاؤں گا''

فاہیان نے اپنے ساتھی چاؤ تنگ[5] سے کہا۔

چاؤ سنگ اور فاہیان چی ہو آن کے مندر میں پہنچے تو وہ جگہ جہاں بدھ نے بیٹھ کر ریاضت کی تھی دیکھ کر دونوں آبدیدہ ہو گئے ...... فاہیان نے آگے بڑھ کر اس جگہ کو بوسہ دیا ...... پجاریوں نے اس کی یہ عقیدت دیکھ کر پوچھا ......

''کہاں سے آئے ہو''

''ہان (چین) سلطنت سے''

''کتنی حیرت کی بات ہے''

پجاری نے کہا۔

دنیا کی آخری حد تک رہنے والے بھی دھرم کے پریم میں یہاں تک آئے ہیں۔ ہم نے اور ہمارے پرکھوں نے چین کی سلطنت سے کسی کو آتے نہیں دیکھا۔''

جب پجاری فاہیان کی خاطر تواضع سے فارغ ہوئے تو فاہیان نے کہا......
''میں آنکھوں کا جنگل دیکھنے کا خواہش مند ہوں۔ اگر آپ یہ دکھا دیں تو میری آنکھوں کی روشنی بڑھ جائے گی۔''

پجاری فاہیان کو اس مندر میں لے گئے بڑے پجاری نے ہرے درختوں کی ایک قطار کی طرف اشاوہ کر کے کہا......
''یہ درخت ان اندھوں کی لاٹھیوں سے اگے ہیں جنہیں گوتم بدھ نے بدھ مت کا درس دیا تھا۔''
فاہیان کے چہرے پر اس کہانی کو جاننے کی خواہش بڑے پجاری نے دیکھ لی تھی چنانچہ اس نے کہا......
''یہ پرانے زمانے سے سنائی جانے والی کہانی ہے کہ 500 اندھے اس مندر میں آ کر رہنے لگے۔ بدھ نے ان سب کو اپنے دھرم کا درس دیا اور ان سب کی بینائی واپس آ گئی۔ ان اندھوں نے خوشی میں اپنی لاٹھیاں زمین میں گاڑ دیں اور یہ لاٹھیاں درخت بن کر اگنے لگیں ...... اس زمانے کے لوگوں نے انہیں کاٹنے سے پرہیز کیا اور یہ اب جنگل کی صورت اختیار کر گئی ہیں۔ اس مندر کے پجاری ان ''بحال شدہ آنکھوں کے جنگل'' میں بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں اور آرام کرتے ہیں۔''
فاہیان نے جنگل کے درختوں کو بڑی عقیدت سے دیکھا اور پھر پجاری سے کہا۔
''کیا یہ ممکن ہے کہ می بھی آج کا کھانا اس جنگل میں کھاؤں۔''
پجاری نے ہنس کر کہا......
''ہاں کھا سکتے ہو''

فاہیان نے ان درختوں کی چھاؤں میں بیٹھ کر کھانا کھایا۔ اس نے محسوس کیا جیسے 500 اندھوں کی ہزار آنکھیں اسے عقیدت سے گھور رہی ہیں۔ فاہیان اور اس کے ساتھی نے سارا دن ان درختوں کی چھاؤں میں بسر کیا۔ شام کے اندھیرے پھیلنے لگے تو پجاری نے فاہیان کا شانہ ہلا کر کہا......

"آؤ تمہیں ایک کرشمہ دکھائیں جو گوتم بدھ کی روحانی طاقت کا چھوٹا سا کمال ہے۔"

یہ بات سن کر بوڑھا فاہیان نوجوان لڑکے کی طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

"ہمیں کہاں چلنا ہوگا"

"مشرق کی طرف جہاں بدھ نے ناستک لوگوں کے ساتھ ایک مناظرہ کیا تھا۔"

چاؤ تنگ اور فاہیان تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے سڑک پار کر کے پجاری کے ساتھ ساتھ چلنے لگے اور پھر دو مندروں کے درمیان آ کر رک گئے۔ پجاری نے ایک مندر کی طرف اشارہ کر کے کہا......

"یہ ناستکوں کا مندر ہے...... جب صبح سورج طلوع ہوتا ہے تو ناستکوں کے مندر کا سایہ بدھ کے مندر پر نہیں پڑتا جو مغرب کی طرف ہے"

فاہیان نے اس مندر کی طرف دیکھا جو ناستکوں کے مندر کے سامنے مغرب کی طرف تھا۔

"لیکن جب سورج مغرب میں غروب ہوتا ہے تو بدھ کے مندر کا سایہ ناستکوں کے مندر پر پڑتا ہے...... دیکھو سورج غروب ہو رہا ہے اور سایہ پڑ رہا ہے......"

فاہیان نے دیکھا۔ بدھ کے مندر کے اونچے گنبدوں کا سایہ ناستکوں کے مندر پر پڑ رہا تھا۔

''ایک اور دلچسپ بات''

پجاری نے فاہیان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا......

''پرانے زمانے میں ناستک روز شام کو اپنے مندر میں خوشبوؤں کے چراغ جلا کر جاتے تھے لیکن ان کے جانے کے بعد سارے چراغ بدھ کے مندر میں آ جاتے تھے...... برہمنوں نے الزام لگایا کہ یہ کام بدھ کے بھکشو کرتے ہیں۔''

پجاری یہ کہہ کر رک گیا اور پھر آنکھیں بند کر کے کچھ سوچنے لگا اور پر چند لمحوں کے بعد کہنے لگا۔

''برہمنوں نے ایک رات پہرہ دیا اور سوچا کہ آج چراغ چرانے والوں کو پکڑ کر ہی دم لیں گے۔ لیکن ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے مندر کے دیوتا ہی سارے چراغ اٹھا کر بدھ کے مندر میں رکھ رہے ہیں اور پوجا کر رہے ہیں ...... ناستک یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور بدھ مت کا دھرم اختیار کر لیا......''

فاہیان یہ بات سن کر بڑا متاثر ہوا اور پھر پجاری کو کہنے لگا......

''میں آج رات یہاں ہی گزاروں گا۔''

چاؤ تنگ اور فاہیان ساری رات جاگتے رہے۔ جب سورج طلوع ہوا تو ناستکوں کے مندر کا سایہ مغرب میں بنے بدھ کے مندر پر نہیں اپنا رخ پھیر کر شمال کی طرف پڑ رہا ہے۔

....

حواشی

کنیا کبج: قنوج، کیا کبج کا مطلب ''کبڑی لڑکی'' ہے۔ اسی مناسبت سے اسے کبڑی حسیناؤں کا شہر کہتے ہیں۔ روایت ہے کہ اس شہر میں ایک جوگی رہا کرتا تھا۔ اس نے 99 لڑکیوں کو بد دعا دی۔ وہ سب کی سب کبڑی ہوگئیں چنانچہ یہ شہر کبڑی حسیناؤں کا شہر مشہور ہوگیا۔

ہینگ: ''آسمان سے اترنے والا دریا'' ...... کیونکہ گنگا ہمالیہ کی اونچائی سے وادی کی طرف آتا ہے اس لئے اسے چینی میں دریائے ہینگ کہتے ہیں اور یہ دریائے گنگا ہے۔

کیوسالو: اس سے مراد کوشل یا اودھ مراد ہے یہ کوشل کا چینی ترجمہ کہا جاتا ہے۔ کچھ محققین کا خیال ہے کہ یہ رام کی بادشاہت تھی جس کا دارالسلطنت ایودھیا تھا۔

ینگ کیو: یہ بادشاہت کے لوگوں کے لئے عذاب تھا لوگوں کو مار کر ان کے سر اور ٹوپیاں لے جاتا تھا...... !

چاؤ تنگ: فاہیان کا ساتھی جو پچھلے کئی ماہ سے فاہیان سے بچھڑا ہوا تھا اور کیوسالو کی بادشاہت میں آ کر ملا تھا۔

فاہیان کا آخری ساتھی ...... تاؤ چنگ

پالیان فولے (پاٹلی پتر) میں آتے ہی فاہیان بدھ مت کے بارے میں کتابیں اکٹھی کرنے اور مقدس گاتھاؤں کے پر مشتمل کتابوں کو نقل کرنے میں مصروف ہو گیا۔ فاہیان نے ایک ایک بھکشو اور پجاری سے پوچھا لیکن بے شمار چیزیں اسے تحریری شکل میں نہ مل سکیں کچھ کہانیاں، گاتھائیں اور اخلاقی ضابطے لوگ سینہ بہ سینہ ایک دوسرے کو منتقل کرتے تھے اور شاید یہاں تحریری عمل اتنا منظم نہ تھا ...... ایک بھکشو نے فاہیان کے پوچھنے پر جواب دیا۔

"...... جب ہمیں کوئی تحریری دلیل نہ ملے تو ہم روایت کا سہارا لیتے ہیں جو کسی نہ کسی دین دار کے سینے میں محفوظ ہوتی ہے۔"

فاہیان نے کئی مندروں سے کئی ہدایات نامے حاصل کئے۔ کئی کتابیں دیکھیں لیکن اس کے لئے رکاوٹ فان زبان (سنسکرت) تھی۔ چنانچہ اس نے یہ زبان سیکھنے کا ارادہ کر لیا اور اس کے لئے اس نے ایک عالم کی منت کی۔

''یہ اتنا آسان کام نہیں جتنا تم سمجھتے ہو۔ آسمانی زبان دیر میں سمجھ آتی ہے۔''

عالم نے فاہیان کو سمجھایا۔

''یہ زبان اس رستے سے مشکل تو نہیں ہوگی۔ جس پر چل کر میں چین سے پاٹلی پتر پہنچا ہوں۔''

فاہیان کا یہ شوق دیکھ کر سنسکرت کے عالم پنڈت نے فاہیان کو زبان پڑھانا شروع کر دی...... مشہور ہے کو بوڑھا طوطا کیا بولے گا اور کیا سیکھے گا۔ مگر فاہیان دنوں میں فرفر سنسکرت بولنے اور لکھنے لگا۔ اس کے استاد پنڈت نے خوش ہو کر کہا۔

''اس میں تمہاری کوئی ذہانت نہیں۔ سب شاکیہ منی کی دیا ہے۔ جس کا تم دھرم سیکھنے آئے ہو۔''

فاہیان سنسکرت سیکھ کر کتابیں اور بدھ مت کے دینی صحائف نقل کرنے بیٹھ گیا۔ گلی گلی پھرا۔ ایک ایک عبادت خانے میں راتیں گزاریں، باتیں سنیں بدھ مت کے بھکشوؤں کے سینے ٹٹولے اور سب کچھ نقل کر لیا۔

6 ہزار سنسکرت کے اشعار 2500 گاتھائیں اور 5000 گاتھاؤں پر مشتمل ایک مقدس کتاب...... یہ سب کتابیں۔ بدھ کی تعلیمات پر مشتمل تھیں اور ان میں دکھ برداشت کرنے اور نروان حاصل کرنے کے ضابطے اور اصول بیان کیے گئے تھے۔

اس سارے وقت میں فاہیان کا آخری ساتھی تاؤ چنگ اپنے کردار میں ایک تبدیلی محسوس کرنے لگا۔ اس نے عبادت گاہوں میں مقیم بھکشوؤں اور شامین کو

بدھ مت کے اصولوں پر کار بند دیکھا تو اسے چین کے بھکشو یاد کرنے لگے جو مادر پدر آزاد زندگی گزار رہے تھے۔ ان کے سامنے نہ کوئی اصول تھا نہ قاعدہ قانون...... فاہیان سے ایک دن یہ دکھ رویا تو فاہیان نے جواب دیا۔

''......یہی اصول اور قانون لینے تو ہم ہندوستان آئے ہیں تاکہ چین جا کر انہیں ان اصولوں پر چلا سکیں۔''

تاؤ چنگ فاہیان کی یہ بات سن کر زیادہ خوش نہیں ہوا اور روکھے انداز میں بولا۔

''یہ سب کچھ پا کر بھی وہ عبادت گاہوں میں خاک اڑائیں گے۔''

''...... یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ شکتی منی کے عبادت خانوں میں خاک۔''

''......چین کے باشندے اور بھکشو اپنے فرائض کی ادائیگی سے بے پرواہ اور بے خبر ہیں۔''

تاؤ چنگ بولا۔

''......منجوشری نے انہیں باخبر کرنے اور دھرم کی پرواہ کرانے والے اصول اکٹھے کرنے کے لئے تو ہمیں یہاں بھیجا ہے۔''

تاؤ چنگ نے فاہیان کو ٹوکتے ہوئے کہا۔

''ہمیں نہیں تمہیں کہو۔''

''کیا مطلب تمہارا۔'' فاہیان نے پوچھا۔

''استاد فاہیان۔ میں چین کے بھکشوؤں سے بیزار ہوں۔ پاٹلی پتر کے بھکشوؤں کی عبادت، ریاضت اور عقیدت نے میرا دل جیت لیا ہے اور شکتی منی کی زمین نے میرے پاؤں پکڑ لئے ہیں۔''

''میرا بھی یہی حال ہے۔''

فاہیان بڑی عقیدت سے بولا۔

''اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں پاٹلی پتر ہی میں رہوں گا اور واپس چین جانے کا میرا کوئی ارادہ نہیں۔''

فاہیان یہ بات سن کر ششدر رہ گیا اور کہنے لگا......

''چین تمہاری جنم بھومی ہے۔''

''بہت بے کار جنم بھومی ہے۔'' تاؤ چنگ نے بیزار ہو کر کہا۔

''اگر میں بدھ بن کر بھی چین میں جنم لوں تو میں وہاں نہیں جاؤں گا۔''

فاہیان یہ سن کر کھڑا ہو گیا۔ تاؤ چنگ کی طرف دیکھ کر کہنے لگا......

''اپنی مٹی سے بے وفائی کرنے والا بدھ بن کر جنم لے ہی نہیں سکتا۔''

اور یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ تاؤ چنگ نے اس دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے ابھی ابھی فاہیان باہر نکلا تھا اور پھر اپنی آنکھوں میں تیرتے ہوئے آنسو اپنی پلکوں میں چھپا لئے۔

کل صبح فاہیان کو پاٹلی پتر سے روانہ ہونا تھا۔ اس کی اگلی منزل چن پو 3 کی بادشاہت تھی۔ وہ ساری رات جاگتا رہا اسے تاؤ چنگ کے نہ جانے کا ملال تھا۔ تاؤ چنگ بھی رات بھر نہ سو سکا اسے فاہیان کے بچھڑنے کا بہت دکھ تھا لیکن وہ فیصلہ کر چکا تھا۔

صبح سویرے جب فاہیان رخصت ہونے لگا تو خانقاہ کے سارے بھکشو اسے الوداع کہنے دروازے تک آئے تاؤ چنگ ان کے پیچھے ایک دیوار کے ساتھ

کھڑا رو رہا تھا۔ فاہیان سب سے مل کر سیدھا تاؤ چنگ کے پاس گیا اور اسے گلے سے لگا لیا اور ماتھا چوم کر کہنے لگا......

''میری بھی یہ خواہش ہے کہ میں شاکیہ منی کی زمین پر دم دوں۔ میری آخری آرام گاہ بدھ کی دھرتی ہو، مگر کیا کروں، مجھے بدھ سے کیا ہوا وعدہ نبھانا ہے۔ خان کی زمین پر بدھ کی تعلیمات کو عام کرنا ہے۔ مقدس کتابوں اور دینی صحائف کو چین کے بھکشوؤں کے حوالے کرنا ہے۔ یہ شاکیہ منی کا حکم اور خواہش ہے جسے میں ضرور پورا کروں گا۔''

یہ کہہ کر اس نے تاؤ چنگ کو ایک بار پھر سینے سے لگایا اور بڑے دروازے سے باہر نکل گیا۔ تاؤ چنگ بڑی دور تک اسے دیکھتا رہا اور پھر زمین پر بیٹھ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

....

حواشی

1- پالیان فو: پاٹلی پتر

2- گاتھاؤں: گاتھا سنسکرت میں شعر کو کہتے ہیں۔ گاتھائیں اس کی جمع ہے۔

3- چنِ فو: یہ پانڈوؤں کے سوتیلے بھائی کرن کی بادشاہت تھی جسے کنتی نے پانڈو سے شادی سے پہلے جنم دیا تھا۔ کرن سورج دیوتا کا بیٹا تھا اسے انگا دیش بھی کہتے تھے اور کرن پور بھی۔ اس علاقے کا موجودہ نام بنگال ہے۔ اس کے پرانے دوسرے نام چمپاوتی اور چمپا مالنی ہیں۔

....

ماتی ...... پاٹلی پتیر میں

مشرق کی طرف گنگا کے ساتھ فاہیان تقریباً 70 میل کا فاصلہ طے کر کے چن پو کی سلطنت میں پہنچا...... چن پو کی سلطنت دریا کے جنوبی کنارے پر تھی۔ سفر میں فاہیان چار بڑے مندروں سے گزرا۔ چاروں مقامات پر بدھ کے سٹوپ بنے ہوئے تھے۔ یہ وہ مقامات تھے جہاں گوتم بدھ ٹھہرا تھا۔ اب یہاں بھکشوؤں کی ریل پیل تھی ...... فاہیان دریا کے کنارے آگے بڑھتا رہا اور پھر تقریباً 200 میں کا سفر کر کے ''تو مولی تی'' کی بادشاہت میں پہنچ گیا ...... جہاں سے دریا سمندر میں داخل ہو جاتا تھا۔ (یہ جگہ آج ہگلی کے نام سے مشہور ہے)۔

فاہیان اس بادشاہت میں تین سال رہا۔ بے شمار دینی کتابیں نقل کیں اور زیادہ وقت اسے مورتیوں کی ڈرائنگ بناتے ہوئے لگا ...... اس ڈرائنگ نے اس کا بہت وقت لیا۔ وہ ہفتوں مورتیوں کے نقش و نگار کاغذوں پر منتقل کرتا رہا اور آخر اسے موسمی بخار نے آلیا اور بے سدھ ہو کر گر گیا۔ موسمی کیڑوں اور مچھروں نے

اس کا خون چوس کر اسے ادھ موا کر دیا۔ سمندری ہوا نے اس کی صحت خراب کر دی اور کئی دنوں تک وہ اپنی کوٹھڑی سے باہر نہ نکل سکا۔ ایک دن اس کے ساتھ عجیب واقعہ پیش آیا۔ مسلسل بارش ہو رہی تھی۔ فاہیان نے گزشتہ دو دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ اس کی کوٹھڑی ایک سٹوپے سے دور ایک درخت کے نیچے تھی۔ جھگی نما یہ کوٹھڑی اس نے اپنے ہاتھ سے بنائی تھی۔ کوٹھڑی میں بارش کے بعد جان لیوا حبس طاری ہو گیا۔ فاہیان کمرے سے اٹھ کر باہر جانا چاہتا تھا تا کہ کہیں سے جا کر کچھ کھا پی سکے مگر کوٹھڑی کے دروازے پر آ کر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ وہ کتنی دیر یہاں پڑا رہا اسے کچھ پتہ نہیں۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو کوئی اس کے ماتھے کو پانی کے قطرے ڈال کر ٹھنڈا کر رہا تھا۔ بخار کی شدت سے اس کا سارا بدن تپ رہا تھا۔ پہلے تو اسے کچھ نظر نہ آیا کہ اس کے داہنی طرف کون بیٹھا ہے۔ جب اس نے غور سے دیکھا تو اسے ایک نسوانی چہرہ اپنی طرف جھانکتا نظر آیا۔ پیاس کی شدت سے اس کے ہونٹوں پر پیڑیاں جم گئی تھیں اس نے بڑی ہمت اور طاقت سے ہونٹ کھولے اور پوچھا......

''کون ہو تم''

اس کے پہلو میں بیٹھی عورت کے ہونٹ کھلے۔

''میں ماتی ہوں بابا''

''ماتی'' فاہیان نے دماغ پر زور ڈالا۔

''ہاں ماتی۔ بدھ کی بھکشنی ماتی۔ جسے تم نے آٹھ رستوں پر چلنے کی مت دی تھی۔''

فاہیان کو بہت پرانی بات یاد آ گئی۔ اس نے لمبی سانس لی اور کہا......

''اچھا...... ماتی۔ مگر تم یہاں کہاں۔''

''میں نے آٹھوں رستوں پر چل کر اپنی تپسیا مکمل کر لی ہے۔ بس ایک راستہ باقی تھا اس پر چل کر تمہارے پاس آ گئی ہوں۔''

فاہیان نے محسوکیا جیسے اس کا سارا بخار اتر گیا ہے اور وہ اپنے آپ کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا ہے۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا......

''تم نے یہاں تک کا سفر اکیلے کیسے کر لیا۔''

''بڑی آسانی سے''

ماتی نے فاہیان کو دیکھتے ہوئے کہا......

''جہاں جہاں سے تم گزرے، پوچھتی پوچھتی تمہارے قدموں پر قدم رکھتی تم تک پہنچ گئی۔''

''مگر تم نے یہ کشٹ کیوں کاٹا بیٹی۔''

فاہیان نے ماتی کو ممتا بھری نظروں سے دیکھ کر پوچھا ماتی نے اپنے دونوں ہاتھ فاہیان کے پیروں پر رکھ دیئے اور کہا......

''مجھے پتہ تھا تم اب گھومتے گھماتے چین چلے جاؤ گے۔ باپ بیٹیوں کو رخصت کرتے ہیں میں تمہیں رخصت کرنے کے لئے آئی ہوں۔''

فاہیان کچھ کہنے والا تھا کہ ماتی نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکتے ہوئے کہا......

''میرے بھکشو باپ، تم اب کچھ نہیں بولو گے۔ بیماری نے تمہیں بہت کمزور کر دیا ہے۔''

پھر ماتی نے اپنے کشکول سے روٹی اور دودھ کا ایک کٹورا نکال کر فاہیان

کے سامنے رکھ دیا۔

"اسے کھاؤ اور سو جاؤ۔ جو کہنا ہے جو پوچھنا ہے کل صبح اٹھ کر پوچھ لینا۔"

فاہیان واقعی کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ اس نے ماتی سے کوئی بات نہیں کی۔ دو دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ دودھ کے ساتھ روٹی کھائی اور چٹائی پر لیٹ کر گہری نیند میں کھو گیا......

ماتی نے اپنی چیزیں اکٹھی کیں اور کوٹھڑی کے ایک کونے میں آلتی پالتی مار کر بدھ کا آسن بنا کر آنکھیں بند کر کے اور اپنے تصور کی انگلی پکڑ کر کہیں بہت دور نکل گئی۔

فاہیان ساری رات بے خبری کی نیند سوتا رہا۔ پرندوں کی سریلی آوازیں سن کر جب اس کی آنکھ کھلی تو ماتی کوٹھڑی میں موجود نہ تھی۔ اس کا گیروے رنگ کا لباس دروازے میں لٹک رہا تھا اور فاہیان کے پرانے کپڑے دھلے دھلائے باہر رسی پر لٹک رہے تھے۔ فاہیان کے دل میں ماتی کے لئے پدرانہ جذبات کا طوفان امنڈ آیا اور اسے وہ سارا منظر یاد آ گیا جب فاہیان نے چار بدمعاشوں سے اس کی عزت بچائی تھی۔

فاہیان اب اپنے آپ کو بھلا چنگا محسوس کر رہا تھا لیکن اب اسے ایک فکر نے آ گھیرا کہ ابھی مورتیوں کی ڈرائنگ باقی ہے۔ بڑے مندر کی چار مورتیاں ایسی باقی رہ گئی تھیں جن کے نقش وہ نہیں اتار سکا تھا۔ اس نے سوچا ایک دو دن بعد شاید وہ اس قابل ہو جائے کہ ان مورتیوں کی تصویریں کپڑے یا چمڑے پر اتار سکے۔

کتابوں کی نقول پڑھتے اور کتابوں کو الٹ پلٹ کرتے دن گزر گیا۔ سورج بادلوں

میں چھپا تو ماتی دہم سے کوٹھڑی میں آ گئی۔

''تم صبح صبح کہاں چلی گئی تھیں۔''

فاہیان نے اسے دیکھ کر فوراً پوچھا......

''بڑے مندر میں تمہارا ادھورا کام مکمل کرنے۔''

''کیا مطلب''

فاہیان نے حیران ہو کر پوچھا......

''رات تم نیند میں بڑ بڑا رہے تھے کہ شاکیہ منی میں نے ساری مورتیوں کے نقش اتار لئے ہیں بس بڑے مندر کی چار مورتیاں باقی ہیں۔''

فاہیان نے حیران ہو کر ماتی کی بات سنی اور پھر بولا......

''پھر''

''پھر'' ماتی نے چاروں مورتیوں کے نقش جو اس نے کپڑے پر اتارے تھے، فاہیان کے سامنے رکھ دیئے۔

''میں نے یہ چاروں نقش اتار لئے ہیں۔''

فاہیان نے دیکھا ماتی نے نقش کپڑے پر اتنی مہارت سے اتارے تھے کہ نقل پر اصل کا گمان ہوتا تھا۔

''اتنی خوبصورتی تو کسی ماہر فنکار کے ہاتھ میں بھی نہیں ہو سکتی۔''

''ماہر فنکار اور مجھ میں ایک بنیادی فرق ہے۔''

ماتی نے اپنے کشکول سے کھانے پینے کی چیزیں نکال کر فاہیان کے سامنے رکھیں۔

''وہ کیا ہے''

فاہیان نے پوچھا۔

"میں بدھ کے چینی بھکشو کی بیٹی ہوں۔"

یہ کہہ کر ماتی مسکرائی اور پھر ہنستے ہنستے اس کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں۔

فاہیان نے اس کی طرف پیار سے دیکھا اور بولا......

"اس لئے رو رہی ہو کہ تم فاہیان کی بیٹی ہو۔"

"نہیں" ماتی نے آنسو پونچھ کر کہا......

"......اس لئے رو رہی ہوں کہ کچھ دن بعد یہ باپ اپنی بیٹی کو چھوڑ کر چین چلا جائے گا......"

یہ کہہ کر ماتی دروازے سے باہر نکل گئی اور رسی پر پھیلے کپڑے اتارنے لگی۔

فاہیان پاٹلی پتر میں دو سال رہا اور آخری دو ماہ ماتی نے اس کی خدمت میں گزارے۔ اس کے کام میں ہاتھ بٹایا۔ اس کی دیکھ بھال کی اور اس کے دکھ درد میں کام آئی۔ فاہیان اس کا شکریہ ادا کرتا تو وہ کہتی......

"......گوتم بدھ نے عورت کو بھکشنی بننے کے آٹھ راستے بتلائے تھے۔ میں نے ایک مہمان بھکشو کی خدمت کر کے یہ نواں رستہ اپنایا ہے......تم نے باپ بن کر میری عزت بچائی۔ میں بیٹی بن کر تمہاری خدمت کر رہی ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں......"

سردیوں کے موسم کی آمد آمد تھی۔ یہ موسم سمندری سفر کے لئے بڑا ساز گار

ہوتا ہے۔ چنانچہ جنوب مغرب کی طرف جہازوں کا سفر شروع ہو رہا تھا۔ فاہیان اب پاٹلی پتر سے کوچ کر کے سمندر کے راستے شیروں کی سلطنت ؎ جانا چاہتا تھا اور وہاں سے مقدس کتابیں اور تبرکات کی زیارت کر کے واپس چین۔ فاہیان روز سمندر کے کنارے معلوم کرنے جاتا تھا کہ کوئی جہاز شیروں کی سلطنت کی طرف روانہ ہونے والا ہے...... ماتی نے ایک دن اس سے کہا......

''...... میں روز ساحل سمندر کا چکر لگاتی ہوں جس دن کوئی جہاز تیار ہوا میں تمہیں بتا دوں گی کیوں پریشان ہوتے ہو......''

ایک دن فاہیان بیٹھا اپنی چادر کو پیوند لگا رہا تھا کہ ماتی چپکے سے اندر آئی اور بغیر کچھ بولے ایک کونے میں سمٹ کر بیٹھ گئی۔ فاہیان نے اس پر ایک نگاہ ڈالی اور پوچھا......

''اتنی خاموش ہو، خیریت ہے۔''

ماتی نے کوئی جواب نہیں دیا اور اپنے کشکول سے روٹی اور دودھ نکال کر فاہیان کے سامنے رکھ دیا۔

''یہ میرے سوال کا جواب تو نہیں۔ میں نے پوچھا ہے خیریت ہے نا۔''

ماتی نے سر جھکا کر جواب دیا......

''خیریت ہی ہے۔ ایک جہاز جنوب مغرب کی طرف پرسوں روانہ ہو رہا ہے۔ شیروں کی سلطنت کا کوئی سوداگر پاٹلی پتر سے مال لے کر جا رہا ہے۔''

''اچھا تو اس لئے خاموش ہو۔''

فاہیان نے کہا...... پھر بڑی مدھم آواز میں بولا ......

''زندگی اسی کا نام ہے ماتی۔ کوئی ملتا ہے، کوئی مل کر بچھڑتا ہے۔ کسی چیز کو ثبات نہیں۔ ہر شے اپنی جگہ بدلتی رہتی ہے۔ صرف دکھ جگہ نہیں بدلتا۔ صرف شکل بدل لیتا ہے۔''

وہ ایک پل کے لئے رکا اور پھر بات جاری رکھی۔

''میں شاکیہ منی کے حکم پر چین سے ہند بدھ مت کی تعلیمات اکٹھی کرنے آیا تھا۔ یہ اس کے حکم کا پہلا حصہ ہے۔ اس نے کہا تھا یہ سب کچھ میں لے جا کر چین کے لوگوں میں تقسیم کروں۔ چین میں بدھ مت ہے لیکن بدھ مت کی اخلاقیات، اصول وقواعد نہیں۔ عبادت گاہیں، خانقاہیں اور مدرسے ان کتابوں سے محروم ہیں جن میں بدھ مت کی تعلیم بند ہے۔''

''میری دعا ہے تم شاکیہ منی کے یہ حکم نبھاؤ اور خیریت کے ساتھ واپس چین پہنچ جاؤ۔ میں تمہیں اوداع کہنے پاٹلی پتر تک آئی ہوں۔''

ماتی نے دعائیہ انداز میں ہاتھ اوپر اٹھا کر کہا......

''کاش میں تمہارے ساتھ چل سکتی۔''

''تمہاری دعائیں اور یادیں میرے ساتھ جائیں گی۔'' فاہیان نے کہا......

ماتی نے اچانک موڈ بدل کر کہا...... ''میں نے تاجر کے منشی سے بات کی ہے وہ کہتا تھا ہم تمہارے باپ کو شیروں کی سلطنت لے جائیں گے...... تاجر بھکشوؤں کی بڑی عزت کرتا ہے۔ تمہیں راستے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ چند اور بھکشو بھی جہاز میں بدھ کی خانقاہوں کی زیارت کرنے شیروں کی سلطنت جا

رہے ہیں۔''

فاہیان ماتی کی باتیں سنتا رہا اور پھر کہنے لگا......

''میں چلا جاؤں گا تو تم کہاں جاؤ گی۔''

''میں واپس چلی جاؤں گی''

ماتی نے اداس لہجے میں جواب دیا۔

''میں صرف تمہیں دیکھنے آئی تھی۔ اب میری ساری زندگی سکون سے گزرے گی۔''

ماتی یہاں تک پہنچی تھی کہ زار و قطار رونے لگی۔ فاہیان نے اسے روکا نہیں جب وہ جی بھر کر رو لی تو خود ہی ہنسنے لگی اور پھر بولی......

''ایک قافلہ میرے وطن کی طرف کل صبح روانہ ہو رہا ہے۔ میں اس قافلے کے ساتھ جا رہی ہوں......''

فاہیان نے اس کی بات کاٹی۔ ''لیکن میں تو پرسوں جا رہا ہوں۔''

''اسی لئے میں کل جا رہی ہوں۔'' ماتی نے کہا۔

''کیونکہ میں پرسوں تمہیں جاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ مجھے معاف کر دینا باپ......''

دوسری صبح فاہیان سو رہا تھا۔ ماتی چپکے سے اٹھی، فاہیان کے پیروں کو ہاتھ لگا کر اپنے چہرے پر پھیرا۔ اس کے پیروں کی مٹی اپنے چہرے پر ملی اور چپکے سے باہر نکل گئی۔ فاہیان بند آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا لیکن اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ جب ماتی چلی گئی تو آنسوؤں ایک سیلاب نے اس کے چہرے کو پانی پانی کر دیا۔

سنگھالا[1] (سیلون) کی طرف سفر

جہاز سمندر کے کنارے سے کچھ فاصلے پر لنگر انداز تھا۔ جہاز تک جانے کا راستہ کشتیوں پر لکڑی کے بڑے بڑے لمبے تختے رکھ کر بنایا گیا تھا۔ بڑی کشتی نما جہاز دیکھنے میں چھوٹا نظر آتا تھا مگر اس کے اندر ایک جہاں آباد تھا۔ اس کے تین حصے تھے۔ سب سے نچلے حصے میں بھیڑ، بکریاں، بیل، مویشی اور سامان رکھا ہوا تھا۔ اس کے اوپر چھوٹے چھوٹے کیبن بنے ہوئے تھے۔ جس میں رہنے کی جگہ بنی تھا۔ سب سے اوپر عرشے پر کھلی جگہ تھی۔ جہاں جہاز کا عملہ کام میں مصروف تھا۔ دن میں آ کر لوگ سمندر کا نظارہ کرتے تھے۔ جہاز کے اوپر والے حصے میں چاروں طرف چھوٹی چھوٹی کشتیاں لٹکی ہوئی تھیں تاکہ طوفان یا جہاز ڈوبنے کے خطرے کے پیش نظر مسافروں کو جہاز سے نکالا جا سکے...... بڑے بڑے بادبان جب کھل گئے تو جہاز اور بڑا نظر آنے لگا۔

جہاز کا مالک سنگھالا (سیلون) کا بہت بڑا تاجر تھا۔ اس کے کئی جہاز

سمندر میں تجارتی مال لے کر سمندر میں سفر کرتے تھے۔ اسے بدھ مت سے بڑی دلچسپی تھی۔ اس نے فاہیان اور دوسرے بھکشوؤں کو بڑی عزت اور احترام سے جہاز میں سوار کرایا۔ دوسرے حصے میں ان کے لئے دو کیبن مخصوص کروائے اور عملے کو پابند کر دیا کہ وہ ان بھکشوؤں کا خاص خیال رکھے ...... مدھیہ پردیش سے آنے والے بھکشوؤں کے طائفے کے سربراہ نے مالک کو اتنا مہربان پایا تو کہنے لگا۔

''اس سفر میں ہم لوگوں کو بدھ مت کے بارے میں کچھ بتلانا چاہیں گے ...... اگر آپ اجازت دیں تو کیا ہم جہاز کے عرشے پر درس کی سبھا جما لیا کریں۔''

مالک نے کہا۔

''یہ تو بہت نیک شگون ہوگا۔ ہمارا جہاز شاکیہ منی کی حفاظت میں سنگھالا پہنچے گا۔''

جہاز نے بادبان کھولے اور کنارے کو چھوڑا تو فاہیان نے کنارے پر چاروں طرف نظر دوڑائی مگر اسے ماتی کہیں نظر نہ آئی ...... فاہیان پل بھر کے لئے اداس ہو گیا۔ پھر ماتی کو زیر لب دعائیں دے کر بھکشوؤں میں جا بیٹھا۔ ان میں دو چار بھکشو اسے جانتے تھے۔ اس کی متھرا میں ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ اور اب وہ اپنے طالب علموں کو لے کر سنگھالا (سیلون) بدھ کے تبرکات دیکھنے جا رہے تھے۔ متھرا کے ایک بھکشو نے فاہیان سے پوچھا۔

''استاد فاہیان۔ آپ نے چین واپسی کے لئے بدھ مت کا بہت سا مواد اکٹھا کر لیا ہوگا......''

فاہیان نے جواب دیا۔

''ہاں...... اس سفر کے دوران اور بہت کچھ مل جائے گا۔ جو سینہ بہ سینہ آپ تک

پہنچا ہے۔''

جہاز سمندر کے درمیان آ چکا تھا۔ کنارے نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ چھوٹی بڑی مچھلیاں جہاز کو دیکھ کر دور دور بھاگ رہی تھیں۔

جہاز پانی کو چیرتا آگے بڑھ رہا تھا۔ بدھ کے بھکشو مخصوص دعا پڑھ رہے تھے۔ جس کا مطلب کچھ یوں تھا۔

''شاکیہ منی۔ ہم تیرے دھرم کے پرچار کے لئے پانی کا سینہ چیر کر آگے جا رہے ہیں۔ طوفانوں بلاؤں اور سمندری راکھشسوں سے ہماری حفاظت کرنا۔''

جوں جوں جہاز سمندر میں آگے جا رہا تھا ہوائیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ اور جہاز کی رفتار بڑھ رہی تھی۔ سورج غروب ہوا تو چاند نے اس کی جگہ لے لی اور تمام بھکشو ایک گول دائرے میں جہاز کے عرشے پر بیٹھ گئے۔ دوسرے حصے میں بیٹھے لوگ بھی بھکشوؤں کی بات چیت سننے کے لئے اوپر آ گئے۔ اور عقیدت سے دوزانوں ہو کر بیٹھ گئے۔ بڑے بھکشو نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ فاہیان اس کے بالکل سامنے بیٹھا تھا۔ اس نے فاہیان سے مخاطب ہو کر کہا۔

''تم عمر میں مجھ سے بڑے ہو استاد فاہیان۔ کوئی تجربہ سناؤ تاکہ لمبے سفر کا پتہ نہ چلے۔ بدھ کی باتیں ہی سفر کو آسان بنائیں گی۔''

فاہیان نے جواب دیا۔

''میں تم سے سیکھنا چاہتا ہوں۔ تاکہ چین جا کر اپنے ہم وطنوں کو سکھا سکوں۔''

اور پھر کچھ سوچ کر کہنے لگا۔

''چار حقیقتیں کیا ہیں۔''

1- دکھ۔

2- دکھ کی وجہ

3- دکھ کا خاتمہ

4- دکھ کو ختم کرنے کا راستہ

''12 سلسلوں پر غور و فکر ہی اس سے نجات دلا سکتا ہے۔''

''وہ 12 سلسلے کیا ہیں۔'' فاہیان نے پوچھا۔

بھکشو نے کاندھے ہلائے اور سر کو جھٹکا دے کر بولا۔

''لاعلمی، رغبت، شعور، چھ حسیات کا ادراک چیزوں کا لمس، خواہش۔ چیزوں سے لگاؤ۔ پیدا ہونے کی تمنا۔ پیدائش اور دکھ جھیلنا۔''

فاہیان نے پوچھا۔

''انسان تین لوکوں کی حدود اور جنم مرن کے چکر سے بالا کب ہوتا ہے۔''

بھکشو نے جواب دیا۔

''جب وہ بھکشوؤں کے تین درجے پار کرے۔''

''یہ تین درجے کون کون سے ہیں۔''

فاہیان نے پوچھا تو بھکشو نے جواب دیا۔

''شراوک 2، پرتیک بدھ 3 اور بودھستو 4''

''ان تینوں میں فرق کیا ہے۔؟''

''ان تین حالتوں میں سمجھا جا سکتا ہے۔'' بھکشو نے کہا۔

''ان حالتوں کی مثال سے یوں واضح کیا جا سکتا ہے۔ یہ تین گاڑیاں ہیں۔ پہلی

حالت میں ایسی گاڑی آتی ہے جس کو بھیڑ کھینچتی ہے۔ بس آگے بھاگتی رہتی ہے۔ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتی کہ اس کی ساتھی بھیڑیں بھی آ رہی ہیں یا نہیں۔ یہ شراوک ہیں۔ جو غور و فکر سے دنیا سے نجات حاصل کرتے ہیں۔ انہیں صرف اپنی نجات درکار ہوتی ہے۔ دوسروں کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔''

''دوسری قسم میں وہ گاڑی آتی ہے۔'' بھکشو نے کہا۔

''جسے ہرن کھینچتا ہے۔ اور رک رک کر دائیں بائیں دیکھتا رہتا ہے۔...... یہ پرتیک بدھ ہیں جو اپنے ساتھیوں کو بھی مڑ مڑ کر دیکھتے رہتے ہیں ...... تیسری گاڑی بودھستوں کی ہے جس کے آگے بیل جتا ہوتا ہے۔ جو اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھی نجات چاہتے ہیں۔ کیونکہ بیل کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ دوسروں کا بوجھ بھی خوشی سے اٹھاتا ہے۔''

بھکشو ایک پل کے لئے رکا اور پھر فاہیان کو غور سے دیکھا اور کہنے لگا۔

''اس کو ایک اور مثال سے بھی سمجھایا جا سکتا ہے۔''

''وہ کیا ہے۔'' فاہیان نے پوچھا۔

''ہاتھی، گھوڑا اور خرگوش۔ اگر تینوں کو دریا میں چھوڑ دیا جائے تو تینوں دریا پار کر لیں گے۔'' بھکشو نے کہا۔

''لیکن تینوں میں ایک بنیادی فرق ہے ...... خرگوش گہرائی میں نہیں جائے گا۔ یہ شراوک ہے۔ گھوڑا گہرائی تک جائے گا۔ یہ پرتیک بدھ ہے۔ ہاتھی دریا کی تہہ تک اتر جائے گا۔ یہ بودھستوں کی علامت ہے۔ بس تینوں کی فکر میں یہی بنیادی فرق ہے۔''

فاہیان سمیت سب بھکشو کی باتیں سب غور سے سن رہے تھے کہ دائرے

میں بیٹھا ایک نوجوان شراوک کپکپانے لگا اور پھر زور زور سے ہلنے لگا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہوا میں اچھلا اور لکڑی کے فرش پر گر کر ہاتھ پاؤں چلانے لگا۔ سب گھبرا گئے۔ بڑے بھکشو نے اس کے ہاتھ پکڑے اور کچھ پڑھ کر اس کے منہ پر پھونکیں مارنے لگا۔ اس کے منہ سے سفید سفید جھاگ نکل رہی تھی۔ فاہیان نے اس جھاگ کو غور سے دیکھا اور پھر اٹھ کر جہاز کے نچلے حصے میں چلا گیا۔ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں کپڑے کی بنی ہوئی ایک تھیلی تھی۔ اس تھیلی کو کھول کر اس نے ایک کپڑے میں لپٹا ہوا سفوف نکالا جس کا رنگ سیاہ تھا۔ پانی کے ایک پیالے میں اسے حل کیا اور پھر شراوک کا منہ کھول کر زبردستی سارا پانی اس کے منہ میں انڈیل دیا۔

''اب یہ ٹھیک ہو جائے گا۔''

فاہیان نے باقی سفوف کو کپڑے میں لپیٹ کر کہا۔

''کیا ہوا تھا اسے'' بھکشو نے پوچھا۔

''اس کے معدے میں گڑبڑ تھی۔ آب و ہوا کی تبدیلی سے کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے۔'' فاہیان نے جواب دیا۔

ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ وہ شراوک اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سب حیرانی سے فاہیان کو دیکھنے لگے۔ بڑے بھکشو نے فاہیان سے کہا۔

''تمہارے چین کے بارے میں ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ وہاں ایسی ایسی دوائیں ہیں کہ آدمی کھا لے تو وہ مرتا ہی نہیں۔''

''یہ جھوٹ ہے۔ ایسی کوئی دوائی نہیں۔ وہاں موت سے پہلے کی بیماری کا تو شاید علاج ہے۔ لیکن موت کا کوئی علاج نہیں۔''

فاہیان ایک لمحے کے لئے رکا اور پھر مسکرا کر بھکشو کی طرف دیکھا اور کہا۔
''اگر موت کا کوئی علاج ہوتا تو شاکیہ منی کے پاس ہوتا اور وہ کبھی کسی کو مرنے نہ دیتا۔''
فاہیان نے یہ بات کہی اور پھر اپنی آنکھیں بند کر لیں دائرے میں بیٹھے باقی لوگ اسے غور سے دیکھنے لگے۔

....

حواشی

1- سنگھالا: شیروں کی سلطنت۔ یعنی سیلون، سنگھالا ہندوستان کے اس تاجر اور مہم جو کا نام تھا جس نے سنگھالا سلطنت کی بنیاد رکھی تھی۔ اس کے باپ کا نام سنگھا تھا۔ جس کا مطلب ''شیر'' ہے۔ اسی لئے یہ بادشاہت شیروں کی سلطنت کہلائی۔

2- شراوک: بدھ بننے کا پہلا درجہ

3- پرتیک بدھ: بننے کا دوسرا درجہ

4- بودھستو: بدھ بننے کا آخری مرحلہ

سنگھالا

جہاز شیروں کی سلطنت کی طرف چلتا رہا۔ سفر کٹتا رہا۔ بھکشو گوتم کی باتیں کرتے رہے۔ جہاز میں سفر کرنے والے ان باتوں سے لطف لیتے رہے.........

ایک دن بڑا بھکشو بیمار ہو گیا۔ مچھروں اور سمندری مکھیوں نے اسے بدحال کر دیا۔ فاہیان کی تھیلی بہت کام آتی۔ اس نے بھکشو کا علاج کیا وہ بھلا چنگا ہو گیا اور جہاز کے عرشے پر پھر محفل جم گئی۔ جب سب لوگ بیٹھ گئے تو ایک آدمی نے جو نمکدے، قالین اور سوتی کپڑا لے کر جا رہا تھا۔ بھکشو سے کہا۔

"آپ نے بہت سی باتیں کیں جن سے ہمارا دل روشن ہو گیا۔ ہم میں سے بہت سے لوگوں کی خواہش ہے کہ بدھ کے جنم اور بدھ بننے کی باتیں سنائیں۔"

بھکشو نے سر ہلایا اور کہنے لگا۔

آج ایسا ہی ہو گا۔ ایک روایت ہے کہ بیمار اگر شاکیہ منی کی پیدائش اور بدھ بننے کی باتیں کرے تو اس کی بیماری دور ہو جاتی ہے۔ میں آج یہی باتیں

کروں گا۔

بھکشو چپ ہو گیا۔ آنکھیں بند کر لیں اور پھر ایک لمبی سانس لے کر اس نے یوں گفتگو شروع کی۔

شاکیدمنی کے باپ کا نام شدھودھن اور ماں کا نام مہامایا تھا۔ شاکیدمنی ابھی آسمان پر ہی تھا اور پھر وہ ایک سفید ہاتھی پر سوار ہو کر جس کے چھ دانت تھے...... 5 رنگ کی روشنی کی دھار بن کر اپنی ماں کی کوکھ میں داخل ہوا۔ پیدا ہوا تو ماں باپ نے سدھارتھ نام رکھا۔ جس کا مطلب نجات دلانے والا ہے۔

سدھارتھ جوان ہوا تو ہر وقت کی اداسی اس کے حصے میں آئی۔ ماں باپ نے اس کا علاج سوچا اور اس کی تین شادیاں کریں...... اس کی بیویوں کچھانا۔ سرسوتی اور سدانندا کے پاس آسمانی حسن رکھنے والی چھ ہزار عورتیں تھیں مگر شہزادہ اداس تھا۔ اس کے باپ نے ایک دن اپنے وزیروں سے کہا۔

''شہزادے کے پاس تین بیویوں، 6 ہزار باندیاں اور 6 ہزار ساز بجانے والی عورتیں ہیں۔ مگر وہ پھر بھی خوش ہیں''۔

ایک وزیر نے کہا

''شہزادے کو محل سے باہر سیر کرنے کی اجازت دے دیں۔ کھلی آب و ہوا اور حکومت کے مشاہدے سے دل بہل جائے گا۔''

یہ بات بادشاہ کے دل کو لگی۔ شہر کی گلیوں کو پانی سے دھو کر خوشبو چھڑکی گئی۔ سائبان لگائے گئے اور شہزادہ ایک ہزار گھوڑوں اور ایک ہزار ہاتھیوں کا جلوس لے کر شہر کے مشرقی دروازے سے باہر نکلا تو اسے ایک بوڑھا نظر آیا۔ جس کا سر سفید تھا۔ دانت

ٹوٹے ہوئے تھے۔ سانس رک رک کر چل رہی تھی۔ ناک سے پانی بہہ رہا تھا۔ سر اور ہاتھ لرز رہے تھے۔ وہ گر گر کر چل رہا تھا............ شہزادے نے اپنے درباری سے پوچھا۔

''یہ کون ہے''

درباری نے جواب دیا

''بوڑھا آدمی''

''بوڑھا کیا ہوتا ہے'' سدھارتھ نے پوچھا

جب عمر کے بہت سال گزر جائیں۔ رنگ اڑ جائے۔ ہڈیاں کمزور پڑ جائیں جوڑ جوڑ ڈھیلا ہو جائے۔ کان اور آنکھ کمزور ہو جائے۔ کوئی بات یاد نہ رہے جو کھائے ہضم نہ ہو۔ ایسے آدمی کو ہم بوڑھا کہتے ہیں۔''

شہزادہ یہ سن کر اداس ہو گیا اور کہنے لگا۔

''جنم لینے والے انسان کا اگر انجام یہی ہے تو پھر پیدا ہونے کی خواہش کوئی احمق ہی کرے گا......''

شہزادہ طویل عمر کے نقصانات کے بارے میں سوچ کر اداس ہو گیا اور محل واپس چلا گیا۔''

بھکشو سانس لینے کے لئے رکا اور پھر پہلو بدل کر کہنے لگا۔

''بادشاہ نے دوسرے دن سارے شہر میں منادی کرا دی کہ کوئی بوڑھا سدھارتھ کی سواری کے سامنے نہ آئے...... دوسرے دن شہزادہ۔ جنوبی دروازے سے باہر نکلا تو دیوتا ایک بیمار کا روپ بدل کر اس کے راستے میں بیٹھ گیا۔ بیمار کا جسم پھولا ہوا تھا۔

چہرہ سوکھا ہوا۔ رنگ زرد۔ اس کے رشتے دار اس کے آس پاس بیٹھے رو رہے تھے۔
شہزادے سدھارتھ نے اپنے درباری سے پوچھا۔
''یہ کون ہے؟''
''یہ ایک بیمار آدمی ہے۔''
''بیمار آدمی کیا ہوتا ہے۔''سدھارتھ نے پوچھا۔
درباری نے کہا
انسان چار عناصر سے بنا ہے۔ مٹی۔ آگ۔ پانی۔ ہوا۔ یہ چار عناصر ہوں تو انسان تشکیل پاتا ہے...... ہر عنصر 101 بیماریاں لے کر آتا ہے۔ جب 404 بیماریاں انسانی جسم کو گھیر لیتی ہیں تو آدمی بیمار ہو جاتا ہے......''
بھکشو اتنا کہہ کر رک گیا۔ زیادہ بولتے بولتے اس کا گلہ خشک ہو گیا تھا۔ اس کے داہنی طرف بیٹھے شاگرد کو دے دیا اور پھر اپنے ہونٹوں پر ہاتھ پھیر کر بولا۔
''پھر شاکیہ منی نے ایک گاتھا پڑھی۔ جس کا مطلب یہ تھا۔
''جسم بھی کتنی نازک چیز ہے۔
یہ چار عناصر سے مل کر بنتا ہے۔
اس میں نو ناپاک راستے ہیں۔ یہ بوڑھاپے اور بیماریوں کا شکار ہوتا ہے۔ دوبار دیوتاؤں میں پیدا ہو کر بھی یہ امر نہیں ہو سکتا...... میرے نزدیک انسانی جسم پانی کا ایک قطرہ ہے۔''
یہ گاتھا کہہ کر سدھارتھ پھر اداس ہو گیا۔
تیسرے دن شہزادہ مغربی دروازے سے داخل ہوا۔ اس بار دیوتا نے مردے کا

روپ دھار لیا۔ جس کے اردگرد اس کے رشتے دار بیٹھے رو رہے تھے............"یہ کون ہے" سدھارتھ نے پوچھا۔

"یہ ایک مردہ ہے"

"مردہ کیا ہوتا ہے" سدھارتھ نے پوچھا۔

"جب چاروں عناصر کا شیرازہ بکھر جائے۔"

درباری نے بات کا جواب دیا۔

"ہوا۔ روح۔ آگ۔ پانی۔ رخصت ہو جائیں۔ بدن اکڑ جائے۔ پیٹ پھول جائے۔ سڑاند پیدا ہو جائے۔ ہڈیاں گل جائیں۔ کیڑے مکوڑے کھانے کو آجائیں......اس کو ہم مردہ کہتے ہیں۔"

سدھارتھ اداس ہو گیا اور کہنے لگا۔

یہ جسم ایک تباہ ہونے والی چیز ہے میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا......مگر روح کو موت نہیں آئے گی۔ یہ لافانی ہے۔"

بوڑھاپے۔ بیماری اور موت کی حقیقت جان کر شہزادہ واپس محل میں چلا گیا اور پہلے سے زیادہ اداس رہنے لگا۔ کچھ دنوں بعد وہ پھر محل سے باہر نکلا تو دیوتا سامانی کا روپ بدل کر اس کے راستے میں بیٹھ گیا۔ لباس جوگیا، ہاتھ میں کشکول

نظر آگے کی طرف......شہزادے نے پوچھا

"یہ کون ہے؟"

"یہ سامانی ہے"

"سامانی کون ہوتا ہے" شہزادے نے پوچھا

''دھرم کے لئے، گھربار، بیوی بچے اور ہر قسم کی دنیاوی خواہش کو ترک کرنے والے لوگ۔ تمام ناپاکی سے دور لوبھ لالچ ان سے دور۔ یہ سب کچھ چھوڑ کر ارہن بن جاتے ہیں وہ بیماری اور عورت سے نجات پالیتے ہیں۔''

شہزادے نے جب یہ بات سنی تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا۔ اب پتہ چلا کہ اس جیسی عسرت کہیں نہیں اور پھر ایک گاتھا کہی۔

اے دکھ تو زندگی پر غالب ہے۔ جو بوڑھاپے، بیماری اور عورت کی شکل میں ملتا ہے۔ روح تمام اذیتیں سہہ کر نروان کے ذریعے ابدی نجات حاصل کرتی ہے۔''

شہزادہ یہ چار سچائیاں جان کر محل میں واپ چلا گیا۔ بھکشو یہ کہ کہ خاموش ہو گیا۔ اسے بول بول کر کچھ تھکن محسوس ہو رہی تھی اس نے فاہیان کی طرف دیکھا۔ اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں کے چہروں پر باتیں سننے کی خواہش آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی۔ آنکھوں میں نیند کا نام ونشان نہ تھا۔

نیلے آسمان پر چاند پورے روپ سروپ کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اس سے بکھرنے والی کرنیں پانی پر عجیب رقص کر رہی تھیں۔ وہ پانی پر پڑتیں تو سمندر کی مچھلیاں انہیں پکڑنے کے لئے دوڑتیں۔ اس کھیل میں رات گزر رہی تھی۔ مگر بھکشوؤں کے بیٹھے لوگوں کو اس کھیل سے کوئی دل چسپی نہ تھی۔ وہی آدمی جس نے شاکیدمنی کے جنم کے بارے میں پوچھا تھا۔ کہنے لگا۔

''سنا ہے اپنی شادی کے موقع پر شاکیدمنی نے شہہ زورں کو مات دی تھی۔ قدیمی کمان اٹھا کر مقابلہ جیتا تھا۔''

بھکشو نے فاہیان کی طرف دیکھا اور اپنے گلے کی طرف اشارہ کیا۔ استاد فاہیان

اس کا اشارہ سمجھ گیا کہ بولتے بولتے اس کا گلہ خشک ہو گیا ہے۔ چنانچہ بات کا سرا فاہیان نے پکڑ لیا اور کہنے لگا۔

''جب سدھارتھ کی شادی پسودھرا سے ہوئی تو بادشاہ پے تسنگ نے خواہش ظاہر کی کہ شہزادہ اپنی شہہ زوری اور صلاحیتوں کا مظاہرہ کرے............ محل میں شہزادے کو پیغام ملا تو وہ اپنے 500 شاگردوں کے ساتھ میدان کی طرف روانہ ہوا۔ شہزادے نے ایک مرے ہوئے ہاتھی کو زندگی دی۔ میدان میں جا کر شہزادے نے نامور نشانہ بازوں کی کمانیں توڑ دیں۔ محل سے قدیمی کمان منگوائی گئی جسے دس آدمی اٹھا کر لائے تھے۔ شہزادے نے اسے اٹھا کر یوں تیر چلایا کہ تیر کی سرسراہٹ 40 میل تک سنائی دی............ ''شہہ زور کا بادشاہ ''پہلوان'' سب کو مات دے کر کہنے لگا۔

''میں شہزادے سے زور آزمائی کرنا چاہتا ہوں''

بادشاہ شہزادے کے نرم مزاج اور کم سنی سے واقف تھا اور پھر اسے پتہ تھا کہ شہزادہ نازک تن ہے مقابلہ نہیں کر پائے گا۔ شہزادے کے ساتھیوں نے بھی شہزادے کو سمجھایا کہ اس پہلوان میں انسانی طاقت نہیں۔ یہ شیطانی طاقت رکھتا ہے۔ اس سے لڑنا بہتر نہیں۔ مگر سدھارتھ نے بات نہ مانی۔ ''شہہ زور'' سامنے آیا تو اسے پل بھر میں اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ زمین لرز گئی اور اس طرح شہزادے نے سارے مقابلے جیت لئے۔''

فاہیان یہاں تک کہہ پایا تھا کہ سیاہ بادلوں نے چاند کو ڈھانپ لیا۔ یکا یک کہیں سے بادل آئے اور گھن گرج کے ساتھ موسلا دھار بارش ہونے لگی۔

سب لوگ عرشے سے اٹھ کر نیچے چلے گئے...... بارش اتنی طوفانی تھی کہ شروع ہوئی تو سات دن تک رکنے کا نام ہی نہیں لیا۔ آٹھویں دن رکی تو جہاز شیروں کی سلطنت کے ساحل کے پاس پہنچ چکا تھا۔

....

ارہن کی چتا

سیون کی سرزمین پہ قدم رکھتے ہی فاہیان نے عجیب منظر دیکھا۔ سارا شہر آنسو بہاتا سڑکوں پر قدم اٹھاتا ہوا جنوب کی طرف بڑے عبادت خانے مہاوہار کی طرف جارہا تھا۔ فاہیان کو بھی اسی طرف جاتا تھا مگر وہ بڑا حیران تھا کہ سب شہری روتے دھوتے کیوں جارہے ہیں۔ اس نے ایک بوڑھے سے وجہ پوچھی تو اس نے کہا۔

''تم شہر میں نئے آئے ہو''

''ہاں۔ میں چینی سیاح ہوں۔ آج ہی پہنچا ہوں۔''

فاہیان نے جواب دیا۔

بوڑھے نے کہا۔

''مہاوہار میں بھکشو تو 3 ہزار رہتے ہیں مگر وہ سب میں اپنی مثال آپ تھا۔''

''کون''

''عقل و دانش کی علامت، رشی، وہ آدمی نہیں تھا۔ ارہن (2) تھا۔ وہ مر گیا ہے۔
آج اس کے جسم کو آگ لگانا ہے۔''

فاہیان اس بوڑھے کی بات سن کر اس کے ساتھ ہی ہولیا۔ موہو پی ہولو (3) کے عبادت خانے میں بادشاہ نے اس کی آخری رسومات ادا کرنے کا اہتمام کیا تھا۔

معبد خانے کے سامنے لوگوں کے بڑا ہجوم تھا۔ کھلے میدان میں اونچے چبوترے پر صندل کی لکڑیوں پر رشی کی ارتھی رکھی تھی۔ صندل کی لکڑیوں سے اسے ڈھانپا گیا تھا۔ خوشبودار لکڑیوں کا ایک فریم بنا کر اس پر کنوار گندل کا گودا رکھا گیا تھا...... چاروں ذاتوں کے لوگوں نے اس ارتھی پر پھول چڑھائے...... پھر بادشاہ نے پھول چڑھائے اور پھر لکڑیوں پر گوند چھڑک کر آگ لگا دی گئی۔ لوگوں نے اپنے اوپر والے حصے کے کپڑے اتار کر ارتھی کو ہوا دی۔ سب اداس اور سوگوار تھے......... فاہیان کو بڑا افسوس تھا کہ وہ اتنے بڑے رشی، سامانی سے مل نہ سکا لیکن مسرت اور خوشی اس بات کی تھی کہ کم از کم اس نے آخری رسومات میں شرکت تو کر لی......... ارتھی کی آگ سرد ہوئی تو راکھ میں سے رشی کی ہڈیاں ڈھونڈ کر ایک ڈھیر لگا لیا اور بادشاہ نے حکم دیا کہ اس پر ایک سٹوپہ تعمیر کر دیا جائے۔

''یہ آگ بھی کیا چیز ہے''

اس بوڑھے نے کہا فاہیان جس کے ساتھ ساتھ یہاں تک آیا تھا۔

''آدمی کے اندر اور باہر کے شیطان کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔''

پھر فاہیان کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

''تمہیں پتہ ہے لنکا میں پہلے شیطان اور راکشس رہتے تھے۔ کھیتی باڑی کرتے،

ملک چلاتے، تاجروں سے لین دین کرتے۔ تاجر جب مال خریدنے دور دور سے آتے تو یہ اپنے مال پر قیمتیں لکھ کر چھپ جاتے۔ تاجر قیمت رکھتے اور مال لے کر چلے جاتے۔ رام اور راون کی جنگ کے بعد سے یہ علاقہ ان شیطانوں کے قبضے میں تھا۔''

بوڑھا کھانسنے کے لئے رکا اور پھر سانس قابو میں کر کے بات دوبارہ شروع کی

''شاکیہ منی آیا تو انہیں بھگایا۔ ایک ایسی آگ جلائی کہ سب راکھشس دم دبا کر بھاگ گئے۔''

فاہیان نے سوچا یہ بوڑھا بہت کام کا ہے۔ اسے دوست بنانا چاہئے۔ اس سے بڑا کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ فاہیان نے محسوس کر لیا تھا کہ بوڑھا کھانسی کی گرفت میں ہے۔ فاہیان نے پوچھا۔

''یہ کھانسی کب سے ہے تمہیں''

''جب سے بوڑھاپا آیا ہے'' بوڑھے نے جواب دیا۔

''میرے پاس اس کا علاج ہے۔''

فاہیان نے یہ کہہ کر اپنی تھیلی سے ایک سفوف نکال کر بوڑھے کو دیا اور کہنے لگا۔

''پانی کے ساتھ نگل لینا''

بوڑھے نے وہ سفوف لیا اور فاہیان کو چھوڑ کر ہجوم میں گم ہو گیا۔ فاہیان بھکشوؤں کے ساتھ ایک عبادت گاہ میں چلا گیا اور بھکشوؤں نے اسے مہمان خانے میں ٹھہرا دیا۔

فاہیان نے گھوم پھر کر شہر دیکھا۔ گھاس اور سرسبز درختوں کے بڑے بڑے میدان دیکھے...... راج دھانی کے شمال میں ایک پہاڑی پر بدھ کے الوہی پیر کا نشان

دیکھا۔ دوسرے پاؤں کا نشان 50 یوجن (   ) دور دوسری پہاڑی پر دیکھا۔

''بے خوف پہاڑ'' کی سیر کی اور پھر پھرتا پھراتا بدھ کے بڑے ہال میں چلا گیا......

وہاں اسے وہی بوڑھا مل گیا جس کو فاہیان نے کھانسی کی دوائی دی تھی۔

''چینی بابا۔ تمہاری دوائی نے کمال کر دیا۔ کھانسی اب نہ ہونے کے برابر ہے۔''

''میرا نام فاہیان ہے۔ میں بدھ کا بھکشو ہوں۔''

تو پھر چلو۔ پی تو درخت (5) کے نیچے بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔

یہ کہہ کر بوڑھا فاہیان کا ہاتھ پکڑ کر اس بلند درخت کی طرف لے گیا۔ جس کی شاخوں نے سارے علاقے کو گھیرا ہوا تھا اور جس کی چھاؤں میں ایک شاندار مندر بنا ہوا تھا۔ بوڑھا گھاس پر بیٹھ گیا۔ فاہیان بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''یہ درخت 20 چانگ (6) لمبا ہے۔ پی تو درخت۔ جس کے نیچے بیٹھ کر بدھ نے 25 سال عبادت کی تھی......''

''مگر پی تو درخت تو مدھیہ پردیش کی سرزمین پر ہوتا ہے۔''

فاہیان نے کہا۔

''یہاں کے قدیم بادشاہوں نے مدھیہ پردیش سے بیج لے کر اسے یہاں اگایا ہے جب یہ بڑا ہو گیا تو بادشاہ نے یہ مندر اس کے نیچے بنا دیا۔''

دونوں بڑی دیر بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ فاہیان نے بوڑھے کو اپنے سفر کی روئداد سنائی۔

جب شام کے اندھیرے پھیلنے لگے تو دونوں اٹھے۔ بوڑھے نے فاہیان سے کہا۔

''کل تیسرے چاند کی 10 تاریخ ہے۔ تم تیار رہنا میں رات کو تمہیں عبادت خانے میں لینے آؤں گا کل بدھ کے ''محترم دانت'' کی زیارت کی رات ہے۔''

حواشی

1- مہا وہار: بڑا عبادت خانہ

2- ارین: مافوق الفطرت طاقتوں والا

3- موہلو پی ہولو: ایسا بڑا مندر جس میں بھکشوؤں کے رہنے کے لئے کمرے بنے ہوں۔

4- 50-یوجن: تقریباً 70 میل

5- پی تو درخت: بودھی درخت۔ جس کے نیچے بیٹھ کر گوتم بدھ نے عبادت کی۔

6- 20 چانگ: تقریباً 200 فٹ

محترم دانت

گوتم بدھ کا دانت جسے ''محترم دانت'' کہا جاتا ہے لوگوں کی زیارت کے لئے ہر تیسرے چاند کے دسویں دن لوگوں کے سامنے لایا جاتا ہے ...... اس کے لئے ایک ہاتھی کا انتخاب کیا جاتا ہے اور ایک بھکشو ہاتھی پر بیٹھ کر بدھ کی زندگی کے سارے معجزے اور دکھ بھرے حالات سناتا جاتا ہے۔ کس طرح بدھ نے کٹھن دن کاٹے، محل کو کیسے تیاگ دیا۔ بیوی سے کنارہ کشی۔ کیسے اپنی آنکھیں دان دیں۔ کیسے ایک کبوتر کی جان بچانے کے لئے اپنا گوشت دیا۔ خود کو شیر کے حوالے کرنے کا قصہ۔ اپنا سر کاٹ کر دان میں دینے کی کہانی۔ کیسے بدھ نے کشٹ کاٹے اور پھر کیسے سدھارتھ سے بدھ بنا اور نروان حاصل کیا اور پھر کیسے اس کے جانے پر سارا جہاں اداس ہوا......

جلوس ہولے ہولے چل رہا تھا۔ شہر کے عبادت خانے سے دانت کو ''بے خوف پہاڑ'' لے جایا جائے گا۔ وہاں رسومات ادا کی جاتی ہیں۔ خوشبوؤں اور

پھولوں سے ''محترم دانت'' کو ڈھانپا جاتا ہے اور پھر واپس لا کر شہر کے عبادت خانے میں رکھ دیا جاتا ہے۔

جب بوڑھا اور فاہیان جلوس کے ساتھ واپس آ رہے تھے تو بوڑھے نے کہا......

''بے خوف پہاڑ'' کے شمال میں ایک عبادت خانہ پوتی بھی ہے جس میں 2000 بھکشو رہتے ہیں۔''

''مجھے لے چلو گے وہاں''

فاہیان نے کہا۔

''ضرور لے چلوں گا۔ وہاں ایک عبادت گزار سامانی رہتا ہے سب اس کی عزت کرتے ہیں۔ اس نے چالیس سال سے پتھر کے ایک گھر میں کاٹ دیئے ہیں...... اس نے اپنے گھر میں سانپ اور چوہے پال رکھے ہیں۔''

''سانپ چوہوں کو کھاتے نہیں''

فاہیان نے پوچھا۔

''بالکل نہیں'' بوڑھے نے کہا۔

''دونوں اچھے دوستوں کی طرح رہتے ہیں''

....

ہمدرد بوڑھا

سنگھالا (سیلون) میں فاہیان کا دوست بوڑھا پورے شہر میں ''ہمدرد بوڑھے'' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ وہ سارا دن کھانستا رہتا۔ لوگوں سے لڑتا رہتا اوران کے کام کرتا رہتا۔ کسی نے کہا ''بے خوف پہاڑ'' سے فلاں بوٹی لا دو۔ ہمدرد بوڑھا گرتا پڑتا، کھانستا ہوا جاتا اور بوٹی لا کر ضرورت مند کے پیروں میں ڈال دیتا۔

کسی نے کہہ دیا......

''ہمدرد بوڑھے ایک کام تو کر دو''

ہمدرد بوڑھا پوچھتا......

''بولو کیا کام ہے؟''

''چیتیا[۱] تک جانا ہوگا۔''

''وہاں کیا کام ہے''

''سامانی بابا سے دعا کرانی ہے۔

ہمدرد بابا، شہر کے جنوب کی طرف 40- لی (۲) کا فاصلہ طے کر کے جاتا اور دعا کا آشیرواد لا کر جھولی میں ڈال دیتا۔

فاہیان کے ساتھ ہمدرد بوڑھا بڑا گھل مل گیا۔ دونوں کسی باغ یا سٹوپے میں ضرور ملتے۔ فاہیان اسے اپنے سفر کی کہانی سناتا۔ بوڑھا فاہیان کو گوتم کی کرامات سناتا...... چند دنوں کے بعد بوڑھے نے فاہیان سے کہا......

''اس کا مطلب یہ ہے کہ تم چین سے ہند کا سفر گوتم بدھ کی اخلاقیات، مذہبی کتابیں اکٹھی کرنے کے لئے کیا ہے......''

فاہیان نے بڑی عقیدت سے جواب دیا......

''ہاں۔شاکیہ منی کا مجھے یہی حکم ہے''

''میں اس کام میں تمہاری مدد کروں گا''

ہمدرد بوڑھے نے جواب دیا۔

''کیسے'' فاہیان نے پوچھا۔

''یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔تم آم کھاؤ۔ گٹھلیاں گننے میں وقت ضائع نہ کرو۔''

دوسرے دن ہمدرد بوڑھے نے فاہیان کے لئے کام کرنا شروع کر دیا۔ اس نے فاہیان کے لئے کتابیں مذہبی دستاویز، گوتم بدھ کے اقوال کی دینیات کی کتابیں تلاش کرنا شروع کر دیں۔ وہ آدمی ڈھونڈ ڈھونڈ کر فاہیان سے ملوائے جن کے سینے بدھ مت کی تعلیمات سے روشن تھے۔ان کی باتیں سن کر فاہیان نے اکثر اوقات یہ پوچھا......

''یہ سب کچھ کس کتاب میں درج ہے''

''یہ کہیں درج نہیں۔ یہ علم صدیوں سے سینہ بہ سینہ چلا آ رہا ہے۔تم اسے اپنے سینے میں رکھ لو۔''

فاہیان نے یہ سب کچھ سن کر تحریر کرلیا۔ کچھ کتابیں لوگوں نے اسے دے دیں۔ کچھ لوگوں نے دینے سے انکار کر دیا تو فاہیان نے انہیں نقل کرلیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کتابوں کا ایک ڈھیر لگ گیا۔ فاہیان بہت خوش تھا کہ اس نے شاکیہ منی کی بے بہار دانش چین کے لوگوں کے لئے اپنے پاس محفوظ کر لی ہے۔

''اب خان کی سرزمین (چین) میں روشنی پھیلے گی یہ سب کچھ پڑھ کر یاد کر کے لوگوں کی زندگی پاکیزہ راستوں پر چلے گی۔''

فاہیان نے ڈیڑھ سال میں وینایا پتا کا اور سوترا کی کتابیں بھی حاصل کر لیں جو ہان (چین) کے لوگوں کے لئے بالکل اجنبی تھیں۔ فاہیان یہ سب کچھ یوں سنبھال کر رکھنے لگا جیسے کوئی جوہری مٹی سے ہیرے ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنی پٹاری میں رکھتا ہے۔

ایک دن جب وہ ان کتابوں کو الٹ پلٹ کر کے دیکھ رہا تھا۔ ہمدرد بوڑھا اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

''تم نے سب کچھ کرلیا۔ ایک کام ابھی تک نہیں کیا۔''

فاہیان نے اپنا کام روک دیا اور حیران ہو کر پُوچھا......

''وہ ایسا کون سا کام ہے''

ہمدرد بوڑھے نے جواب دیا......

''تم نے منطقی بھکشوؤں کا خطاب سنا ہے''

''نہیں''

فاہیان نے جواب دیا۔

''تو پھر میرے ساتھ چلو۔ اگر انہیں نہیں سنا تو پھر تمہارا سنگھالا آنا نہ آنا برابر ہے۔''

فاہیان نے کتابیں کپڑے میں باندھ کر پوچھا......

''کب چلنا ہے وہاں''

''چاند کی تیسری تاریخ کو''

''آج چاند کی کونسی تاریخ ہے'' فاہیان نے پوچھا۔

''آج اتفاق سے چاند کی تیسری تاریخ ہی ہے''

ہمدرد بوڑھے نے جواب دیا......

میں تمہیں لینے آیا ہوں۔ چلو کھانا بھکشوؤں کے ساتھ کھائیں گے۔ 2000ء بھکشو ایک ہی تھال میں کھانا کھاتے ہیں اور کھانا کم نہیں پڑتا۔''

''اگر پڑ جائے''

فاہیان نے پوچھا۔

''تو بھکشو اپنے اپنے کشکول لے کر شہر کی طرف نکل جاتے ہیں۔ ضرورت کے مطابق جو مل جائے لے کر واپس معبد میں آجاتے ہیں''

فاہیان نے مزید گفتگو غیر ضروری سمجھی۔ کتابیں سمیٹ کر ایک طرف رکھیں اور ہمدرد بوڑھے کے ساتھ اس معبد خانے کی طرف چل دیا جہاں منطقی بھکشوؤں کا خطاب شروع ہونے والا تھا۔

معبد خانے میں ایک اونچے چبوترے پر بھکشو براجمان تھا۔ اس کے

سامنے بھکشو، شاہین قطار میں بیٹھے تھے۔ فاہیان اور ہمدرد بوڑھا سب سے پیچھے کی قطار میں بیٹھ گئے۔ چاروں طرف مشعلیں جل رہی تھیں۔ چبوترے پر بڑا بوڑھا سامانی بھکشو بیٹھا تھا اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور پھر اپنے خطاب کے پچھلے حصے کو جوڑتے ہوئے کہا......

''بدھ کا کشکول ایک جگہ نہیں رکے گا۔ گیارہ سو سال گندھارا میں رہے گا پھر ہان کی سلطنت میں 11 سو سال گزارے گا پھر کشکول سنگھالا میں آ جائے گا۔ یہاں گیارہ سو سال گزار کر یہ کشکول آسمان پر چلا جائے گا جسے دیکھ کر ''محترم بیٹا'' آہ بھر کر کہے گا......

''لو بدھ کا کشکول آ گیا''

پھر سارے دیوتا اس کشکول کو پھولوں اور خوشبوؤں سے بھر دیں گے اور کشکول چار حصوں میں تقسیم ہو کر اپنی اصل جگہ پر آ جائے گا۔''

یہ کہہ کر بھکشو سانس لینے کے لئے رکا اور کہا ''پھر یہ کشکول گوتم بدھ کے دھرم کی طرح ختم ہو جائے گا۔ یہ برے عہد کی علامت ہے۔ گھاس اور درخت تلواریں بن جائیں گی۔ زمین پر نہ چاول پیدا ہو گا نہ مکھن ...... انسان بدکردار ہو جائے گا۔ بدھ مت ختم ہو جائے گا۔ لوگ ایک دوسرے کو قتل کریں گے۔ بدھ کے احکامات ماننے والے چند لوگ ہوں گے وہ برے لوگوں سے گھبرا کر پہاڑوں میں جا کر چھپ جائیں گے۔ انسان کی عمر 84000 سے کم ہو کر 10 سال رہ جائے گی۔ جب برے لوگوں کا نام ونشان مٹ جائے گا تو پہاڑوں میں چھپے لوگ واپس آ جائیں گے اور وہ ایک دوسرے سے کہیں گے......

''دنیا اور انسان برباد ہو گیا۔ یہ صرف اس لئے ہوا کہ انسان نے بدھ مت کو ترک کر دیا اور انسان کی عمر 10 سال رہ گئی۔ آؤ پھر بدھ مت کا ڈنکا بجائیں۔ بدھ کے اصولوں کی پیروی کریں تا کہ انسان کی عمر پھر 84000 ہو جائے ......''

بھکشو نے سامنے بیٹھے ہوئے بھکشوؤں پر نظر ڈالی اور کہا......

''یہ دنیا...... یہ ہماری دنیا 23 کروڑ 60 لاکھ سال تک رہے گی۔ انسان کو سیدھا راستہ دکھانے اور مکتی دلانے کے لئے بدھ آتے رہیں گے اور ان کی تعداد ایک ہزار ہے۔ ابھی تک صرف چار بدھ آئے ہیں باقی کو ابھی آنا ہے......''

بھکشو نے رک کر چاروں طرف دیکھا اور کہا......

''شاکیہ منی نے یہ بھی کہا تھا کہ جتنے اس دنیا میں درختوں کے پتے ہیں صحرا میں مٹی کے ذرات ہیں، اے انسانو! میں تمہیں مکتی دلانے کے لئے اتنی بار آؤں گا ...... جب انسان ایک دوسرے کو قتل کریں گے جب بیماریاں بڑھ جائیں گی جب حادثے انسانوں کو موت کے گھاٹ اتاریں گے ...... میں مکتی دلانے آؤں گا ...... جب انسان کی زندگی 20 سال رہ جائے گی، میں آؤں گا......''

بھکشو نے پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا......

''ابھی وہ وقت نہیں آیا، بدھ کے قانون کا احترام کرو، بدھ ہی نجات ہے، بدھ ہی مکتی ہے، بدھ ہی سب کچھ ہے، بدھ مت کی رسی تھام لو، اسی میں بچت ہے۔''

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا ...... اور سر جھکا لیا جو شاید اس بات کی علامت تھی کہ خطاب ختم ہو گیا۔ سب بھکشو اٹھ اٹھ کر اپنی اپنی کوٹھریوں کی طرف جانے لگے۔

فاہیان آہستہ آہستہ چلتا ہوا بڑے بھکشو کی طرف چلا گیا جو سر جھکائے بیٹھا تھا...... فاہیان کی لاٹھی کی ٹک ٹک سے اس نے آنکھیں کھولیں اور فاہیان کو دیکھ کر ہلکا سا مسکرایا اور کہا......

''چینی سیاح، تمہاری پیاس ابھی بجھی نہیں۔''

فاہیان اس کے قریب بیٹھ گیا اور آہ بھر کر کہنے لگا......

''شاکیہ منی کا ذکر پیاس بجھاتا نہیں، پیاس بڑھاتا ہے جی چاہتا ہے ان باتوں کا رس اندر اترتا رہے...... اس پیاس کا انت شاکیہ منی کا مسلسل ذکر ہے۔ مجھے صرف اتنا بتلا دو کہ یہ تمام باتیں کونسی کتاب میں ہیں......''

بڑے بھکشو نے آنکھیں بند کیں اور کہا......

''کسی کتاب میں نہیں، یہ سب کچھ سینے کی کتاب میں درج ہے۔ میں نے جو کہا ہے وہ میں نے سنا تھا۔ اور اب تم نے سنا ہے اسے محفوظ کرلو تاکہ چین جا کر لوگوں کے سینے میں انڈیل سکو۔''

فاہیان نے جواب دیا......

''میرے دل کی بنجر مٹی تو سرسبز ہو گئی ہے اب میری خواہش ہے کہ چین جا کر سارے لوگوں کے دلوں میں بدھ کی باتوں کی یہ پنیری کاشت کردوں۔''

فاہیان نے اس سے بہت باتیں کیں گوتم بدھ کے بارے میں سینہ بہ سینہ چلنے والی کہانیاں سنیں۔ بدھ کے بے شمار چمتکار دل اور دماغ کی تھیلی میں سمیٹے اور پھر وہاں سے واپس اپنی رہائش گاہ کی طرف چلنے کے لئے اٹھا۔ جب وہ عبادت خانے کے بڑے دروازے کی طرف جارہا تھا تو اس نے دیکھا کہ ایک چینی تاجر

چین کا بنا ایک سلک کا پنکھا ایک مورتی کی نذر کر رہا تھا۔ چینی تاجر اور پنکھے کو دیکھ کر فاہیان کے دل میں چین کی یاد کروٹیں بدلنے لگی۔

ساری رات فاہیان چین میں گزرے دنوں کی یادوں میں کھویا رہا۔ چین کا وہ گاؤں جہاں وہ پیدا ہوا۔ ماں، باپ، دوستوں کے چہرے اس کی آنکھوں میں آنسو بن کر آتے رہے۔ وہ گھر جہاں اس نے ابتدائی دن گزارے۔ وہ عبادت گاہ جہاں اس نے بچپن اور لڑکپن گزارا۔ فاہیان نے ساری رات جاگ کر گزاری۔ کچھ دیر سویا بھی تو اسے ہان کی سرزمین کے خواب آتے رہے صبح اٹھ کر اس نے فیصلہ کرلیا کہ اب وہ چین کی طرف سفر شروع کرے گا۔

دوسرے دن ہمدرد بوڑھے کو اس نے اپنی مرضی سے آگاہ کیا تو ہمدرد بوڑھا خوش ہوا اور کہنے لگا......

''تم نے بہت اچھا ارادہ کیا ہے۔ آدمی کو وہیں جا کر مرنا چاہئے جہاں وہ پیدا ہوا ہے۔ مجھے تمہاری جدائی کچھ دن تنگ کرے گی۔ مگر میں خوش ہوں کہ تم شاکیہ منی کی طرف سے سونپا ہوا کام پورا کر کے ہند سے چین جا رہے ہو۔''

پھر ہنس کر کہنے لگا......

''مگر تم صرف ایک شرط پر جا سکتے ہو؟''

''وہ شرط کون سی ہے؟''

فاہیان نے پوچھا......

''جاتے ہوئے کھانسی کی دوائی مجھے دیتے جانا۔''

ہمدرد بوڑھا قہقہہ لگا کر بولا۔

فاہیان نے بھی قہقہہ لگا کر جواب دیا۔

’’مجھے یہ شرط منظور ہے۔ میں تمہیں جڑی بوٹیوں سے اتنی دوائی بنا کر دے جاؤں گا کہ تمہاری سات پشتیں استعمال کریں اور دوائی ختم نہ ہو۔‘‘

دوسرے دن فاہیان جڑی بوٹیاں ڈھونڈ کر دوائی بنانے لگے اور ہمدرد بوڑھا اس کھوج میں لگ گیا کہ تجارتی جہاز چین کی طرف کب روانہ ہونے والا ہے۔ اتفاق سے اس کی مڈبھیڑ اسی چینی تاجر سے ہوگئی جو بدھ کی مورتی کو سلک کا چینی پنکھا بھینٹ کرنے گیا تھا۔ ہمدرد بوڑھے سے اس نے سب معاملہ طے کرلیا۔ چینی تاجر نے کہا......

’’تم فکر نہ کرو، میں اسے مشرق کی طرف لے جاؤں گا۔ ہمارا رخ جاوا سماٹرا کی طرف ہے وہاں سے چین زیادہ دور نہیں۔ میں ایک ہندوستانی محافظ کو تمہارے دوست کی دیکھ بھال کے لئے مقرر کردوں گا۔‘‘

یہ خوش خبری لے کر بوڑھا ہمدرد فاہیان کے پاس پہنچا تو وہ خوشی سے اچھل پڑا اور پھر دونوں مل کر سامان باندھنے لگے۔ کتابوں، مخطوطوں اور ہاتھ سے بنی تصویروں کا ایک بہت بڑا بنڈل بن گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے فاہیان بھی کوئی چھوٹا موٹا تاجر ہے جو ہندوستان سے سامان خرید کر چین بیچنے کے لئے لے جا رہا ہے۔

ہمدرد بوڑھے نے بندھے ہوئے بوری نما بنڈلوں پر نظر ڈالی اور کہا......

’’تم فکر نہ کرو، یہ بدھ کی کتابیں ہیں۔ جہاز والوں کو اعتراض نہیں ہوگا اور ویسے بھی بدھ کی بات اور کتاب پر کون اعتراض کرسکتا ہے۔‘‘

’’تم ٹھیک کہتے ہو، اگر انہوں نے کچھ کہا تو میں کتابوں کے علاوہ سارا سامان یہاں

چھوڑ جاؤں گا۔''

فاہیان یہ بات کہہ کر ہمدرد بوڑھے کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔

''کیا دیکھ رہے ہو''

ہمدرد بوڑھے نے پوچھا۔

''تمہاری صورت دل میں اتار رہا ہوں''

فاہیان نے آنکھوں میں آنسو چھپا کر کہا......

''ہمدرد بوڑھا فاہیان کی اس بات سے تڑپ گیا اور پھر اپنی بے چینی چھپا کر کہنے لگا......

''یہ زندگی ہے اس میں ایسے ہی ہوتا ہے کوئی جاتا ہے کوئی آتا ہے کوئی ملتا ہے کوئی بچھڑتا ہے صرف یادیں باقی رہ جاتی ہیں اور میں تمہاری یادوں کو دل میں سنبھال کر رکھوں گا۔''

''میں ہندوستان سے گوتم بدھ کے قوانین، دینیات اور مذہبی کتابوں کے علاوہ دو چیزیں ایسی لے کر جا رہا ہوں جنہیں مرتے دم تک نہ بھلا سکوں گا۔''

فاہیان نے جذباتی ہو کر کہا۔

''ایک تو میں ہوں''

ہمدرد بوڑھے نے ہنس کر کہا۔

''اور دوسری ماتی''

فاہیان نے ہمدرد بوڑھے کی بات کاٹی۔

''یہ ماتی کون ہے''

ہمدرد بوڑھا بولا۔

فاہیان نے شروع سے لے کر آخر تک ماتی کا سارا قصہ ہمدرد بوڑھے کو سنایا اور پھر کہنے لگا۔

"میں ایک آنکھ میں تمہاری اور دوسری آنکھ میں ماتی کی تصویر سجا کر چین جاؤں گا۔"

اور واقعی دوسرے دن فاہیان ایک آنکھ میں ماتی اور دوسری میں ہمدرد بوڑھے کی تصویر لے کر جہاز پر سوار ہو گیا اور ہمدرد بوڑھا دور تک جہاز کو دیکھ دیکھ کر روتا رہا جب جہاز دور جا کر ایک سیاہ دھبہ سا بن گیا تو ہمدرد بوڑھا آنسو پونچھ کر اپنے آپ سے کہنے لگا......

"چل بابا، اب رونا بند کر، کہیں یار فاہیان کی تصویر آنسوؤں میں بہہ نہ جائے......"

....

وطن کی طرف واپسی

جہاز میں دو سو آدمیوں کی گنجائش تھی۔ پہاڑ جیسے جہاز میں بھانت بھانت کے لوگ سوار تھے۔ کوئی کپڑے کا تاجر تھا۔ باریک موٹا، ریشمی، کھردرا، ہر قسم کا کپڑا لے کر دور دراز کے ملک بیچنے جا رہا تھا۔ کسی نے بوریوں میں قیمتی پتھر، سستے ہیرے اور موتی بھرے ہوئے تھے۔ اجناس کی بوریوں میں چنے، دالیں، کالی مرچیں اور سوکھے مصالحے بھرے تھے۔ ایک آدمی چار بکریاں اور دو بھیڑیں لے کر جا رہا تھا۔

فاہیان کے ہندی محافظ نے اس سے پوچھا......

''ان بکریوں اور بھیڑوں میں کیا خوبی ہے۔''

بوڑھے چرواہے نے اپنے دانتوں میں تنکا پھیرتے ہوئے کہا......

''ان بکریوں کو غور سے دیکھو''

ہندی محافظ نے بکریوں کو غور سے دیکھا اور پھر بولا......

''دیکھ لیا غور سے، مجھے تو کوئی خاص بات نظر نہیں آ رہی۔''

''تمہیں آ بھی نہیں سکتی۔ کیونکہ ان میں جو خاص بات ہے، وہ ان بکریوں کے اندر چھپی ہوئی ہے۔''

بکریوں والا ہندی محافظ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا ......

''یہ بکریوں کی خاص نسل ہے۔ یہ سال میں دو بار بچے دیتی ہیں اور سارا سال دودھ دیتی ہیں۔ مشرقی علاقوں میں یہ نسل نہیں ہوتی۔ میں انہیں مشرق میں جا کر منہ بولے پیسے لے کر بیچوں گا۔ یہی حال بھیڑوں کا ہے۔ دو بکرے اور دو بکریاں مجھے کافی پیسے دلا دیں گی۔''

''یہ ٹھیک کہتا ہے۔

بکریوں والے کے ساتھ بیٹھا ہوا آدمی بولا۔

''بکریوں کی یہ بڑی نایاب نسل ہے۔ مشرق میں یہ نہیں ہوتیں۔''

جہاز کے بڑے بڑے بادبان ہوا سے مسلسل لڑ جھگڑ رہے تھے۔ چلتی ہوا کا ہاتھ پکڑ کر وہ جہاز کو سمندر میں آگے کی طرف لے جا رہے تھے۔ چند دن جہاز بڑے سکون سے چلتا رہا اور پھر ایک دن تیز ہواؤں نے یہ سب کچھ درہم برہم کر دیا اور جہاز کے قدم پانی میں لڑکھڑانے لگے۔

جہاز اب ایسے علاقے میں داخل ہو چکا تھا جہاں تیز ہوائیں اور خوفناک طوفان اس کا منتظر تھا۔ لہروں پر جہاز ایک فٹ بال کی طرح ادھر سے ادھر لڑکھڑا رہا تھا۔ جہاز میں سوار مسافروں کا حال جہاز سے بدتر تھا۔ وہ بے جان چیزوں کی طرح ادھر ادھر گر رہے تھے۔ چیزوں پر چیزیں اور آدمیوں پر آدمی گر رہے تھے۔ کئی آدمی اس الٹ پلٹ میں زخمی ہو گئے۔ کئی سمندر میں گرتے گرتے بچے۔ جہاز میں

چھوٹی قیامت برپا تھی۔ جہاز سے باہر ایک بڑی قیامت جہاز کا پیچھا کر رہی تھی۔

سمندر میں مچھلیوں کا ہونا تو ایک فطری بات ہے لیکن آدم خور، بڑی مچھلیاں اس سمندر میں چاروں طرف پھر رہی تھیں اور کئی مچھلیاں جہاز کے ساتھ ساتھ باقاعدہ چل رہی تھیں۔اس امید پر کہ کب جہاز کے مسافر جہاز سے پانی میں گریں اور وہ انہیں اپنے پیٹ کا نوالہ بنائیں۔ دور تک پھیلا ہوا سمندر۔ چاروں طرف کالی گھٹائیں، آسمان سے لپکتی ہوئی بجلی، بادل کی گھن گرج، تیز ہوا کا شور۔ آندھی دور تک نہ کنارا نہ خشکی اور نہ ہی کوئی پہاڑ۔ بس جہاز چل رہا تھا بلکہ گر گر کر چل رہا تھا۔ اس طوفان بادوباراں میں جہاز چلانے والوں کو کچھ نہیں پتہ تھا کہ مشرق کس طرف ہے اور مغرب کس طرف......عملہ صرف سورج اور چاند کو راہنما بنا کر راستے کا اندازہ لگاتا تھا۔ اس طوفان میں دونوں نظروں سے اوجھل تھے۔ جہاز جب سیلون سے روانہ ہوا تھا تو جہاز کے ساتھ ایک کشتی بندھی ہوئی تھی جو جہاز کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ فاہیان نے ایک آدمی سے پوچھا تھا۔

"یہ کس لئے ساتھ بندھی ہے۔"

اس آدمی نے جواب دیا۔

"شدید طوفان میں اسے لوگوں کی زندگی بچانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جب جہاز طوفان میں پھنس جائے تو لوگوں کو اس میں بٹھا کر محفوظ مقام پر پہنچایا جا سکتا ہے۔"

فاہیان کو یقین تھا کہ اب طوفان بڑھ گیا ہے شاید جہاز والے لوگوں کو اس کشتی میں بٹھا کر بچا لیں۔ مگر جو ہوا وہ اس سے بالکل مختلف تھا جب جہاز بالکل ڈانواں ڈول

ہو رہا تھا۔ اور لوگ موت کو سامنے دیکھ کر زور زور سے رو رہے تھے۔ جہاز کے عملے کے انچارج نے اپنے ایک آدمی کو قریب بلایا اور اس کے کان میں کچھ کہا۔ وہ آدمی اپنے انچارج کی بات سن کر جہاز کے کونے میں گیا۔ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا کلہاڑا تھا۔ سیدھا اس طرف گیا جہاں جہاز سے کشتی کا رسہ بندھا ہوا تھا۔ اور پھر چشم زدن میں ایک زوردار ضرب سے وہ رسہ کاٹ دیا اور کشتی دیکھتے ہی دیکھتے سمندر کی لہروں میں ڈوب گئی۔ فاہیان یہ دیکھ کر بڑا حیران ہوا اور جہاز کے انچارج سے کہنے لگا۔

''تم نے یہ حکم کیوں دیا۔''

''اس لئے کہ کشتی بہت چھوٹی تھی اور جہاز کے مسافر بہت زیادہ۔ سب کشتی میں بیٹھتے تو کشتی ڈوب جاتی اور سب ڈوب جاتے۔ جب ڈوبنا ہی ہے تو سب کے سب جہاز کے ساتھ کیوں نہ ڈوبیں۔''

فاہیان اس کی اس بات کا جواب سن کر خاموش ہو گیا اور اسے اپنے سے زیادہ اپنی کتابوں کی فکر ستانے لگی۔ جو اس نے سالہا سال کی محنت، سفر اور تکلیفوں کے بعد اکٹھی کی تھیں۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں طوفان اس کی محنت پر پانی نہ پھیر دے لیکن اسے یہ بھی یقین تھا کہ شاکیہ منی ایسا نہیں ہونے دے گا۔

طوفان اپنے زوروں پر تھا۔ طوفان کے ساتھ ساتھ ایک اور خوف لوگوں کی جان لے رہا تھا اور وہ سمندری ڈاکوؤں کا خوف تھا۔ ایک تاجر جو اس علاقے میں کئی سفر کر چکا تھا۔ آنکھوں میں خوف لے کر بولا۔

''یہ بحری قزاقوں کا علاقہ ہے۔ وہ صرف لوٹتے نہیں۔ لوٹ کر آدمیوں کو مار بھی

دیتے ہیں۔ ان سے کوئی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ نہ جوان، نہ بوڑھا۔ مال اسباب سے زیادہ انہیں انسانی زندگی لینے میں دل چسپی ہے۔''

فاہیان اس کی بات سن کر خود کو چادر میں لپیٹتا وہاں چلا گیا جہاں اس کی کتابوں کی بوریاں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ ان کے قریب بیٹھ گیا بالکل ایسے جیسے کوئی خوف زدہ بچہ اپنی ماں کے ساتھ لگ کر بیٹھ جائے۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ آنکھوں میں آنسو تھے اور اس کے لب تھرتھرا رہے تھے۔ اسے خوف تھا کہ کہیں جہاز کا عملہ جہاز کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے اس کی کتابیں سمندر میں نہ پھینک دے۔ اگرچہ وہ اپنی فالتوں چیزیں سمندر میں پھینک چکا تھا۔ لیکن پھر بھی اسے ڈر تھا اور اسی ڈر کی شدت محسوس کرتے ہوئے اس کے ہونٹ بڑبڑا رہے تھے۔

''شاکیہ منی! میں نے تیرے دھرم کی خاطر چین سے ہند کا سفر شروع کیا۔ تو نے کہا میں ہند آ گیا۔ اب تیرے حکم پر تیرا قانون لے کر ہان کی سرزمین کی طرف جا رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے۔ تو اس جہاز کی حفاظت کرے گا اور ہمیں سلامت چین پہنچانے میں ہماری مدد کرے گا۔''

فاہیان کی یہ دعا شاکیہ منی نے قریب ہو کر سنی اور تیرہ دن بعد بادوباراں کا یہ طوفان رک گیا۔ لوگوں کی جان میں جان آئی۔ ایک جزیرہ دکھائی دیا۔ جہاز وہاں رک گیا۔ سمندر کے پانی میں لہروں کا مزاج درست ہوا۔ پانی اترا تو جہاز دوبارہ سفر پر روانہ ہوا اور لے پوتی (جاوا) میں جا پہنچے جہاں گوتم بدھ کے دھرم کا نام ونشان نہ تھا۔ علیحدہ، لامذہب اور برہمن رہتے تھے۔ یہاں فاہیان نے چھ ماہ قیام کیا۔ بھیگی کتابیں خشک کہیں۔ پھٹے پرانے مخطوطوں اور رسالوں کو درست کیا اور دوبارہ

تاجروں کے جہاز پر اپنے ہندی محافظ کے ساتھ چین کی طرف روانہ ہوا۔ اس جہاز میں بھی دوسو آدمیوں سے کچھ زیادہ ہی مسافر تھے۔ ان مسافروں میں کچھ کٹر برہمن بھی سوار تھے۔ جو فاہیان کو نفرت کی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نفرت کا اظہار انہوں نے کچھ دنوں کے بعد کیا۔

فاہیان ان براہمنوں کی چھپی نفرت سے لاعلم تھا اور بہت خوش تھا کہ اس کا سفر اب چین کے صوبے کوانگ چیو (کنٹن) کی طرف شروع ہو چکا تھا۔ مگر اس کی یہ خوشی عارضی تھی۔ ایک طوفان راستے میں ہاتھ پھیلائے جہاز کا منتظر تھا۔ یہ طوفان سفر سے ایک ماہ بعد آیا۔ وہی بادوباراں کا سلسلہ۔ کالی گھٹائیں، بادل، بجلی کا کھیل۔ تیز بارش جس نے جہاز کو ہلا کر رکھ دیا۔ بھکشوؤں نے فاہیان کی راہنمائی میں روایتی انداز میں دعائیں مانگیں اور طوفان سے بچنے کے لئے عبادتیں شروع کر دیں۔ برہمن یہ سب کچھ ایک کونے میں بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ آخر جب کئی دن طوفان نہ رکا تو انہوں نے جہاز کے انچارج سے کہا۔

''ہمیں اس شدید طوفان کی وجہ پتہ ہے۔''

''کیا ہے وہ وجہ۔''

انچارج نے پوچھا۔

براہمنوں کے بڑے نے فاہیان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''طوفان کی وجہ یہ سامانی ہے۔''

''کیا مطلب''

انچارج نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

''یہ سامانی۔ ہند سے نہ جانے کیا کیا کچھ ان بوریوں میں بھر کر لے جا رہا ہے۔ دیوتا اس سے ناخوش ہو گئے ہیں۔ جب تک یہ ساماٰنی اور اس کی کتابیں جہاز پر ہیں طوفان نہیں رک سکتا۔''

براہمنوں نے جہاز کے عملے کے سامنے اتنی بحث کی اتنا بولے کہ عملے کو یقین ہونے لگا کہ واقعی فاہیان ہی طوفان لانے کی وجہ ہے۔ فاہیان نے یہ ساری بحث سن کر کہا۔

''ایسا بالکل نہیں جیسا تم سوچتے ہو۔ میں سیدھا سادھا بدھ کا بھکشو ہوں۔ ہند سے بدھ کا قانون لے کر چین جا رہا ہوں۔ یہ تمہاری غلط فہمی ہے کہ طوفان میری اور کتابوں کی وجہ سے آیا ہے۔ ایسا بالکل نہیں ہو سکتا۔ بدھ بھکشو اور بدھ کی تحریریں طوفان کو آواز نہیں دے سکتیں۔ انہیں دیکھ کر طوفان آتے نہیں طوفان واپس لوٹ جاتے ہیں۔''

فاہیان کی ان باتوں کا جہاز کے عملے اور براہمنوں پر کوئی اثر نہیں ہوا اور براہمن بولے۔

''یہ سب فضول باتیں ہیں۔ اس سامانی کی کتابیں، سمندر میں پھینک دو اور اسے کسی جزیرے میں اتار دو۔ دیکھنا طوفان ایک پل میں رک جائے گا۔''

براہمنوں نے یہ سب کچھ اس طرح سے بیان کیا کہ جہاز کا انچارج قائل ہو گیا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ سامانی کو کسی قریبی جزیرے میں اتار دے گا اور کتابیں سمندر کی نذر کر دے گا۔ جب اس نے سب کے سامنے اس کا اعلان کیا تو فاہیان کا ہندی محافظ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور غصے سے ہاتھ لہرا کر بولا۔

''اگر یہ ساماںی اور اس کی کتابوں کو جہاز سے سمندر میں پھینکا گیا تو کوانگ چیو(کنٹن) میں تم سب کو موت کے گاٹ اتر وادوں گا۔''

سب لوگ خاص طور پر براہمن اور جہاز کا عملہ اس کے اس اعلان سے چونک اٹھے۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتے۔ ہندی محافظ کہنے لگا۔

''کوانگ چیو کا بادشاہ گوتم بدھ کا پیرو کار ہے۔ میں اسے جا کر بتلاؤں گا کہ تم نے ان براہمنوں سے مل کر گوتم بدھ کے بھکشو اور گوتم بدھ کی مقدس تحریروں سے کیا سلوک کیا۔تمہارا کیا خیال ہے وہ یہ سب کچھ سن کر ہاتھ پھیلا کر تمہارا استقبال کرے گا۔نہیں بالکل نہیں وہ تمہیں زندہ زمین میں دفن کر دے گا۔''

ہندی محافظ کی یہ بات سن کر جہاز کے عملے اور براہمنوں کی عقل ٹھکانے آ گئی اور جہاز کے عملے کو سانپ سونگھ گیا۔ وہ فاہیان کی آؤ بھگت کرنے لگے اور دشمنی کا سارا رویہ دوستی میں بدل گیا۔ ان کی یہ حرکت دیکھ کر طوفان نے بھی اپنا مزاج بدل لیا اور آہستہ آہستہ موسم پر سکون ہونے لگا لیکن اب ایک دوسری مشکل نے انہیں گھیرا اور وہ کوانگ چیو کا راستہ بھول گئے۔ جب وہ چلے تھے تو اندازہ تھا کہ وہ پچاس دن کے اندر اندر اپنی منزل تک پہنچ جائیں گے۔ سفر 50 دن سے زیادہ دنوں کا ہو چکا تھا۔ نہ پینے کے لئے پانی تھا نہ کھانے کے لئے روٹی۔ ہر آدمی اپنا اپنا مشورہ دے رہا تھا۔کوئی کہہ رہا تھا ہم شمال مغرب میں ہیں۔کوئی کہتا ہم شمال مشرق میں۔آخر وہ ایک جزیرے پر پہنچ گئے۔ جہاز سے کشتی پر بیٹھ کر فاہیان اور کچھ ساتھی خشکی پر گئے کہ کسی کو دیکھ کر پوچھیں کہ ہم لوگ کہاں پہنچ گئے ہیں۔تھوڑی دیر کے بعد انہیں دو شکاری ملے۔ فاہیان نے ان سے کہا.....

''ہم گوتم بدھ کے پیروکار ہیں۔ چین کی طرف جا رہے ہیں راستہ بھول گئے ہیں۔ تم لوگ کون ہو۔''

دونوں آدمیوں نے یک زبان جواب دیا۔

ہم بھی بدھ کے پیروکار ہیں۔ بدھ کی مورتی کی نذر اتارنے کے لئے کچھ تلاش کر رہے ہیں۔''

فاہیان یہ سن کر خوش ہوا اور پوچھا۔

''ہم کہاں ہیں۔''

''تسنگ چیو (1) کی سلطنت میں۔''

فاہیان کے ساتھ دو تاجر بھی تھے۔ وہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اپنے دو آدمیوں کو شہر چانگ کوانگ روانہ کر دیا۔ اس شہر کا گورنر گوتم بدھ کا عقیدت مند تھا۔ اسے جب یہ پتہ چلا کہ جہاز پر بدھ کے بھکشو بھی ہیں جن کے پاس بہت سی دینی کتابیں ہیں تو وہ بہت خوش ہوا اور اپنے وزیر سے کہنے لگا۔

''فوراً جاؤ اور بھکشوؤں کو بہت احترام اور عقیدت سے لے کر آؤ۔''

اس حاکم نے فاہیان کی بڑی قدر کی۔ بڑے احترام سے رکھا۔ اسے ایک موسم گرما اور سرما گزرانے کی دعوت دی۔ فاہیان نے موسم گرما جوں توں گزارا۔ اسے شیان کی یاد تڑپا رہی تھی۔ وہ جلد سے جلد اپنے وطن جانا چاہتا تھا۔ موسم گرما گزارنے کے بعد اس نے حاکم کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

''آپ نے بدھ کی کتابیں شائع کر کے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ اب مجھے اجازت دیں۔ میں جلد از جلد اپنے شہر جا کر انہیں وہاں کے لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا

ہوں تا کہ وہ اس سے استفادہ کر سکیں۔ کیونکہ شاکیہ منی کا مجھے یہی حکم ہے۔''

گورنر نے فاہیان کی بات مان لی اور کہا......

''تمہارے جیسے بدھ بھکشو کے ساتھ وقت گزارنا بڑی نیکی کا کام ہے۔ تم نے ہمیں شاکیہ منی کی باتیں سنائیں، کتابیں دکھائیں۔ ہم تمہارے اس احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتے۔ یہ شہر تمہیں تاحیات رکھنے کے لئے تیار ہے لیکن اگر تم جانے کے لئے تیار ہو تو ہم تمہیں روک بھی نہیں سکتے۔''

فاہیان نے جواب دیا۔

''جس شہر میں میں پیدا ہوا ہوں۔ اس کے بھی مجھ پر کچھ فرائض ہیں۔ ان کتابوں اور بدھ کی باتوں سے میں ان کے دل بھی روشن کرنا چاہتا ہوں۔ جب مین شیان سے چلا تھا تو یہی عزم لے کر چلا تھا۔ اب اپنے شہر واپس جا کر میں اپنا فرض نبھانا چاہتا ہوں۔''

لی ینگ گورنر نے فاہیان کو چند دن اور رکنے کے لئے کہا۔ فاہیان مان گیا۔ ابھی دو دن ہی ہوئے تھے کہ دریائے سی شوئی کے مغربی کنارے کے ایک مندر کا بھکشو لیو داؤلیان وہاں آ گیا اور فاہیان سے مل کر بے حد خوش ہوا۔ فاہیان نے شیان جانے کی خواہش کا ذکر کیا تو وہ بولا۔

''میری ایک خواہش ہے فاہیان استاد''

''کیا''

''آپ میرے ساتھ مغربی کنارے کے مندر چلیں بھکشو آپ سے ملنے کے لئے بے تاب ہیں۔''

فاہیان اس کے ساتھ مغربی کنارے کے مندر میں چلا گیا۔ مندر چھوٹا تھا۔ بھکشوؤں کی تعداد بہت کم تھی۔ فاہیان نے مندر کی توسیع کی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں بھکشوؤں کی آبادی میں اضافہ ہونے لگا۔ فاہیان نے انہیں ہندوستان کے واقعات سنائے بدھ کے سٹوپوں کی داستانیں سنائیں۔ فاہیان نے یہاں موسم گرما اور سرما گزارا۔ برسات کے موسم میں ایک بھکشو وہاں آ پہنچا اور کہنے لگا۔

''مجھے آپ کے پاس موئے یوان نے بھیجا ہے۔''

فاہیان یہ نام سن کر چونک گیا اور کہنے لگا

''ارے موئے یوان...... کہاں ہے وہ۔''

''جیان کھانگ میں۔ انہوں نے آپ کو وہاں آنے کی دعوت دی ہے۔''

''لیکن میں تو مقدس کتابیں لے کر شیان جانا چاہتا ہوں تاکہ وہاں بیٹھ کر ان کا چینی زبان میں ترجمہ کروں۔''

فاہیان کی بات سن کر موئے یوان کے شاگرد چی ان نے کہا

''میرے استاد نے اسی کام کے لئے آپ کو بلوایا ہے۔ ترجمہ کرنے کے لئے یہ بہت اچھی جگہ ہے۔ وہاں ایک ہندوستان کا بھکشو بدھا بہادرہ بھی ٹھہرا ہوا ہے۔ وہ ترجمے میں آپ کی بڑی مدد کر سکے گا۔''

فاہیان یہ بات سن کر سوچنے لگا کہ ہندوستانی بھکشو سنسکرت میں ماہر ہوگا۔ اس کی مدد سے کام جلدی ہو جائے گا۔ چنانچہ یہ سوچ کر فاہیان جیان کھانگ کی طرف روانہ ہو گیا۔

آخری سفر

واؤ چھانگ مندر کے بھکشوؤں نے فاہیان کا بڑے پرجوش انداز میں سواگت کیا دل اور آنکھیں فرش راہ کر دیں۔ اسے پرسکون ماحول میں ٹھہرایا، خدمت کی۔ جب چند دن گزر گئے۔ برف باری شروع ہوگئی تو فاہیان نے کہا۔

''وقت سانپ کی طرح چپکے چپکے سرک رہا ہے۔ میری زندگی اب کم، کام بہت زیادہ ہے۔ میں اب وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ کام شروع کرنا چاہتا ہوں۔''

اور پھر بھکشوؤں کے ساتھ مل کر کتابوں کے ترجمے کا کام شروع کر دیا۔ ہندوستانی بھکشو اور فاہیان دونوں مل کر سنسکرت سے چینی زبان میں کتابوں کا ترجمہ کرنے لگے اور دونوں نے مل کر ایک ساتھ کئی کتابوں کا ترجمہ کیا۔

فاہیان نے اس کے علاوہ بھکشوؤں کو باتوں کے ذریعے بدھ مت کے بارے میں بہت کچھ بتایا۔ جو باتیں واضح نہ تھیں ان کی وضاحت کی اور وہ روشنی جو وہ ہندوستان سے لے کر چین آیا تھا اسے بھکشوؤں کے دلوں میں اتار دیا۔

ایک رات بہت شدید برف باری ہو رہی تھی۔ فاہیان نے کمر میں درد محسوس کیا تو بھکشوؤں نے کہا ''استاد آپ کچھ دیر آرام کرلیں۔''

فاہیان نے مسکرا کر کہا۔

''آرام وہ کرتے ہیں۔ جن کے پاس وقت ہوتا ہے۔ میرے پاس اس چیز کی کمی ہے۔ 80 سال کا ہو گیا ہوں۔ ترجمہ کرنے کی رفتار تیز کردو۔''

اور خود کمر درد کی شدت کے باوجود مسکرا کر بھکشوؤں سے کہنے لگا۔

''درد کا ہونا فطری ہے اور اسے برداشت کرنا زندگی کا حسن ہے...... گوتم نے یہی کہا ہے۔''

ایک بھکشو جو گفتگو کے دوران بہت سوال کیا کرتا تھا کہنے لگا۔

''استاد کچھ گوتم بدھ کی تجسیم کے بارے میں ہو جائے۔''

فاہیان نے آنکھیں بند کیں۔ کمر درد کی شدت کو بھول کر بولا۔

''یہ 550 بتلائی جاتی ہیں۔ گوتم بدھ تخلیق کے ہر روپ سے گزرا ہے۔ سمندر، ہوا، مٹی اس نے ہر روپ لیا ہے۔ ہر شکل اختیار کی ہے...... شاکیہ منی نے خود کہا ہے۔

''جب ایک جسم تباہ ہوا۔ میں نے دوسرا اختیار کر لیا۔ میری موت اور زندگی کو شمار کرنا ناممکن نہیں۔''

فاہیان یہ بات کہہ کر رکا اور پھر بولا۔

''بدھ بجلی بھی ہے، بدھ درخت بھی، پودا بھی اور گھاس بھی۔ وہ اپنی مافوق الفطرت طاقت سے ہر روپ اختیار کر سکتا ہے۔''

اسی طرح باتیں کرتے، کمر درد کی شدت برداشت کرتے سردی کا موسم گزر گیا اور موسم بہار آ گیا۔ یہ موسم بہار کی ایک سہ پہر تھی جب سن سی مندر کا

چالیس سالہ بھکشو سان سن، فاہیان سے آ کر ملا اور کہنے لگا۔

''میں سن سی کے مندر سے آیا ہوں۔ میرا نام سان سن ہے۔ ہم نے آپ کی ترجمہ کی ہوئی کتابیں پڑھی ہیں۔ میں آپ کو لینے آیا ہوں۔ ہمارے بھکشو آپ کو دیکھنا اور باتیں کرنا چاہتے ہیں۔''

فاہیان نے ہندوستانی بھکشو بدھا بہادرہ سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا

''یہ بھکشو اتنے پیار سے آیا ہے۔ اس کو مایوس نہیں واپس جانا چاہیئے۔''

سان سن بولا...... ''اگر آپ نہ گئے استاد۔ تو ان دو سو بھکشوؤں کے دل ٹوٹ پھوٹ جائیں گے۔ جو آنکھیں فرش راہ کئے آپ کے منتظر ہیں۔''

بدھا بہادرہ نے فاہیان سے کہا...... ''ہم ترجمے میں تھوڑا سا وقفہ دے دیتے ہیں۔ آپ سن سی مندر ہو آئیں۔ جب آپ واپس آئیں گے تو ہم دوبارہ کام شروع کر دیں گے۔''

فاہیان نے سان سن سے کہا

''میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ میں تم لوگوں کے پاس زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا۔ کتابوں کے ترجمے مکمل کرنے ہیں اور بانس کی پوروں پر اپنا سفر نامہ لکھنا ہے...... میں تمہارا دل نہیں توڑنا چاہتا۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔''

سان سن، یہ سن کر بہت خوش ہوا۔

دوسری صبح فاہیان سان سن کے ساتھ سن سی مندر کی طرف چل دیا۔ دریائے یانگ سی میں ایک چھوٹی سی کشتی میں فاہیان اور سان سن نے۔ جین جو کی طرف سفر شروع کیا۔ بدھا بہادرہ اور دوسرے بھکشو کنارے میں کھڑے فاہیان کو ہاتھ ہلا کر رخصت کر رہے تھے۔ انہیں کیا پتہ تھا۔ کہ وہ فاہیان کا آخری دیدار کر رہے ہیں۔

فاہیان آدم خوروں میں

سن سی (Sin-Sea) کے عبادت خانے میں فاہیان نے بڑے مصروف رات دن گزارے۔ بھکشوؤں نے اس سے کرید کرید کر ہندوستان کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ ایک دن وہ گراؤنڈ میں بھکشوؤں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ چینی پنکھے کی مانند بھکشو اس کے ارد گرد پھیلے ہوئے تھے۔ فاہیان مسلسل عبادت خانے کی عمارت کو دیکھے جا رہا تھا۔ ایک بھکشو نے اسے یوں مسلسل عمارت کو گھورتے ہوئے دیکھا تو پوچھا۔

"استاد اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو عمارت کو۔"

فاہیان نے ایک لمبی سانس لی اور کہا۔

"میں ہندوستان سے آیا ہوں۔ درس و تدریس کی عالی شان عمارتیں دیکھی ہیں۔ چین میں آ کر اپنی عبادت گاہوں اور مدرسوں کو دیکھتا ہوں تو افسوس ہوتا ہے۔ میرا ساتھی تاؤ چنگ ٹھیک کہتا تھا کہ بھکشوؤں کی تربیت گاہ کا جو انتظام

ہندوستان میں ہے۔ چین میں بالکل نہیں ۔ بدھ مت کا اصل گڑھ ہندوستان ہے۔
اس لئے میں چین واپس نہیں جاؤں گا۔
فاہیان نے ایک لمبا سانس لیا اور کہا۔
میں بھی چین میں ہندوستان جسے عبادت خانے اور چھو چھاشی (1) جیسی تعلیمی درس گاہ بنانا چاہتا ہوں۔''
''چھو چھاشی؟
ایک بھکشو نے پوچھا
ہاں اس کا نام تکش شلا بھی ہے۔ جس کا مطلب کٹا ہوا سر ہے...... بدھ نے یہاں اپنا سر خیرات میں دے دیا تھا۔ میں یہاں پنچا تو کھپالو نامی ایک آدمی نے ہمیں چھو چھاشی کی عظیم الشان تعلیمی ادارے کی سیر کرائی............ اس ادارے کا ناظم سٹاؤلی تھا۔ داڑھی اور سر کے بال سفید ہو چکے تھے۔ وہ اس علاقے کا سب سے بڑا تاریخ دان دانشور تھا۔ اس ادارے میں 18 مضامین پڑھائے جاتے تھے۔ ادب، حساب، حکمت، زراعت، تجارت، قانون، تاریخ، سپاہ گیری کا فن اور فنون لطیفہ...... کل طالب علم 500 تھے اور پڑھانے والے استاد ایک سو............ لڑکوں کے پاس نہ کتابیں تھیں نہ کاپی اور قلم...... استاد انہیں لے کر درختوں کے نیچے بیٹھ جاتے تھے اور طالب علموں کو درس دیتے تھے۔ سٹاؤلی مجھے طالب علموں کے پاس لے گئے جو ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھے تھے۔ ہمیں دیکھ کر وہ مودب انداز میں کھڑے ہو گئے۔ سلام کیا اور پھر سٹاؤلی نے کہا۔
''یہ استاد فاہیان ہیں۔ چین سے آئے ہیں۔''

سارے طالب علم یک زبان ہو کر بولے

''چین سے''

''ہاں چین سے'' سٹاؤلی نے کہا۔

جہاں کا کنفیوشش تھا۔ جس کی باتیں میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ لیکن استاد فاہیان تمہیں مجھ سے بہتر انداز میں بتلائیں گے۔''

سٹاؤلی پھر میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔

''استاد آپ انہیں کنفیوشش کے بارے میں کچھ بتلائیں میں آپ کے کھانے پینے کا اہتمام کرتا ہوں۔''

یہ کہہ کر سٹاؤلی چلا گیا۔ میں نے طالب علموں سے چند باتیں کیں اور پھر سٹاؤلی مجھے لینے آ گیا۔ ہم نے کھانا کھایا۔ سٹاؤلی نے پھر مجھے اس ادارے کی سیر کرائی۔ بہت بڑے باغ میں طالب علموں اور استادوں کے رہنے کے لئے سرخ سفید پتھروں سے کمرے بنے ہوئے تھے۔ اور دور دور کی ریاستوں سے طالب علم پڑھنے آتے تھے...... کاش چین میں بھی ایسا ہو سکے............ مجھے پاٹلی پتر، کی درس گاہوں میں کتابوں کے وہ کمرے یاد آتے ہیں۔ جن میں قیمتی اور نایاب کتابوں کے مخطوطے رکھے ہوئے ہیں۔ میں نے وہاں سال بھر میں ان کی نقلیں اتاریں۔''

فاہیان ابھی بات کر ہی رہا تھا کہ ایک درخت پر اچھلتی ہوئی ایک گلہری اس کے قریب آ کر گری۔ اور پھر ڈر کر بھاگ گئی۔ فاہیان اسے پیار سے دیکھ کر مسکرایا۔

''ہندوستان کی گلہری سے یہ کتنی مختلف ہے یہ اپنے وطن کی ہے۔ مجھے

دیکھ کر دور بھاگ گئی۔ وہ غیر تھی لیکن میرے شانے پر آ بیٹھی تھی۔"

سارے بھکشو حیرانی سے بات سنتے رہے۔ فاہیان نے ہنس کر کہا۔

عجیب منظر تھا وہ...... میں جنگل میں سے گزر رہا تھا۔ تھکا ہارا، بھوکا پیاسا، ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر کے درخت کے تنے سے ٹیک لگائی۔ اچانک میں نے کوئی چیز اپنے شانے پر اچھلتی دیکھی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ ایک معصوم سی گلہری تھی۔ اپنی دم سے میری گردن سہلا رہی تھی۔ میری ساری تھکن پل بھر میں دور ہوگئی۔"

بھکشوؤں نے یہ بات بہت غور سے سنی۔ ایک جوان بھکشو نے شرارتی انداز میں کہا۔

"کسی اور جانور نے آپ کا استقبال نہیں کیا۔"

"ایک ہاتھی نے"

فاہیان نے اس کی بات آگے بڑھائی۔

"اسی جنگل میں آگے بڑھا تو اچانک ایک ہاتھی درختوں کے جھنڈ سے نکل کر میرے سامنے آ گیا۔ میں اس کو دیکھ کر ایک پل کے لئے گھبرا گیا۔ پھر میں سنبھل گیا۔ اپنے دائیں طرف اگی گھاس توڑی اور اس کا ایک گچھا بنا کر ہاتھی کی طرف بڑھنے لگا۔ ہاتھی کھڑا رہا۔ میں اس کے بالکل قریب چلا گیا۔ ہاتھی نے گھاس اپنی سونڈھ میں پکڑ کر منہ میں ڈال لی۔ اور کھانے لگا۔ میں نے یہ عمل کئی بار دھرایا اور پھر یہ ہاتھی میرا دوست بن گیا۔ سارے جنگل میں میرے ساتھ ساتھ رہا۔ ایک بار تو اس نے مجھے نہلا ہی دیا۔

''نہلا دیا۔''

بھکشو حیرانی سے بولے۔

''ہاں''

فاہیان نے جواب دیا۔

میں رسیوں کا بستر بنا کر درخت کی شاخوں میں لیٹا ہوا تھا۔ ساری رات سوتا رہا اور ہاتھی۔ میرے ساتھ کھڑا پہرہ دیتا رہا۔ اچانک میں نے محسوس کیا جیسے زوردار بارش ہو رہی ہے میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ ہاتھی اپنی سونڈھ سے میرے اوپر پانی کا چھڑکاؤ کر رہا ہے۔ جہاں میں سویا ہوا تھا۔ اس درخت کے قریب ہی پانی کی ایک نہر بہہ رہی تھی۔ ہاتھی اس میں سے پانی لاتا اور مجھ پر ڈال دیتا۔ میں سارا بھیگ گیا۔ لیکن اس کی شرارت سے میں بڑا خوش ہوا۔

فاہیان پھر اداس ہو کر کہنے لگا۔

لیکن یہ خوشی عارضی تھی...... ہم دونوں نہر میں نہا کر وہاں سے آگے بڑھے ہی تھے کہ اچانک درختوں میں سے کچھ تیر آ کر ہاتھی کو لگے اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا اور پھر اس نے دم توڑ دیا۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ درختوں سے نکل کر کچھ کالے ننگے آدمی میرے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ بڑی بڑی خوفناک آنکھیں، موٹے موٹے ہونٹ، چہروں پر نیلے سفید رنگ کی لکیریں بنی ہوئی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں میرے لئے نفرت چھپی ہوئی تھی۔ میں نے اپنے مرے ہوئے ہاتھی کو دیکھ کر چلا کر کہا۔

''بدبختو۔ تم نے اسے کیوں مار دیا۔''

انہوں نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور آپس میں ایک ایسی زبان میں باتیں کرنے لگے۔ جو میں نہیں سمجھتا تھا۔ اور پھر مجھے رسیوں سے باندھ لیا۔ چند آدمیوں نے مرے ہوئے ہاتھی کو رسوں سے باندھا اور پھر ہم دونوں کو لے کر ایک طرف چل دیئے۔''

سارے بھکشو فاہیان کی طرف منہ کھول کر حیرانی سے دیکھ رہے تھے اور باتیں سن رہے تھے۔

مجھے اور ہاتھی کو لے کر وہ ایک گاؤں میں پہنچے۔ جہاں سب لوگ ننگ دھڑنگ پھر رہے تھے۔ اور ہاتھی کو دیکھ کر خوشیاں منا رہے تھے۔ لوگوں نے اونچی آواز میں کسی کو پکارنا شروع کر دیا۔ ایک جھونپڑی سے ایک ادھیڑ عمر کی عورت باہر نکلی۔ وہ بھی جنگلی تھی۔ اس کے سر پر گھاس پھوس کا ایک تاج سا بنا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر احترام میں جھک گئے۔ اس نے گرفتار کرنے والوں سے کچھ پوچھا۔ انہوں نے کچھ جواب دیا۔ پھر عورت کو ساتھ لے کر ایک طرف چلے گئے جہاں ایک تالاب نما برتن رکھا ہوا تھا جس کے نیچے آگ جل رہی تھی اور پانی ابل رہا تھا۔ چند آدمیوں نے تیز کلہاڑوں سے ہاتھی کو کاٹنا شروع کر دیا اور ٹکڑے کر کے پانی میں ڈال دیا۔ مجھے ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا۔ کافی وقت گزر گیا۔ ہاتھی کا گوشت پانی میں اچھل رہا تھا۔ ایک آدمی نے ایک ٹکڑا نکال کر کھایا۔ گوشت شاید تیار ہو گیا تھا۔ اس نے لوگوں کو اشارہ کیا اور سب لوگ بھاگ کر تالاب کے قریب آ گئے اور گوشت کے ٹکڑے نکال نکال کر کھانا شروع کر دیا اور میری طرف اشارہ بھی کرنے لگے میں سمجھ گیا کہ ہاتھی کے بعد وہ مجھے ابال کر کھائیں گے۔ میں نے اپنے انجام

سے خوفزدہ ہو کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔"

بھکشوؤں کے دم خشک ہو رہے تھے اور وہ انجام جاننے کے سلسلے میں بے چین تھے۔ چنانچہ سب بولے

"پھر کیا ہوا۔"

فاہیان کو شرارت سوجھی اور مسکرا کر کہنے لگا۔

"پھر وہ مجھے بھی ابال کر کھا گئے۔"

تمام بھکشو حیرانی میں کھڑے ہو گئے۔ اور تقریباً چیخ کر بولے۔

"کیا کہا"

فاہیان نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور کہنے لگا۔

جب سب ہاتھی کا گوشت کھا کر اپنی اپنی جھونپڑیوں میں چلے گئے تو میں نے چاروں طرف دیکھا۔ کوئی نہیں تھا صرف تالاب میں پانی ابل رہا تھا اور میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ جلدی میں لوگوں نے مجھے درخت سے باندھ تو دیا تھا لیکن رسی کو مضبوط نہیں باندھا تھا۔ میں نے سوچا اگر میں کوشش کروں تو رسی کھل سکتی ہے۔ چنانچہ میں مسلسل کئی گھنٹے اپنے آپ کو ہلاتا رہا اور آخر رسی کھل گئی۔ اور میں چپکے سے وہاں سے بھاگ آیا۔"

سب بھکشوؤں نے اطمینان کا سانس لیا اور کھانا کھانے کے لئے بڑے ہال میں چلے گئے۔

....

حواشی

(1) چھوچھاشی: فاہیان نے اس کو تکش شلا بھی لکھا ہے۔ جس کا مطلب کٹا ہوا سر یا خیرات میں دیا ہوا سر ہے۔

(2) تکش شلا: اسکندر اعظم یہاں آ کر تین ماہ رہا اور اس کو یونانیوں نے ٹیکسلا کا نام دیا۔

اے یو

سن سی مندر میں فاہیان کیا پہنچا درودیوار میں کان اگ آئے جو ہر وقت اس کی باتیں سننے کے منتظر رہتے تھے۔ بھکشو سونا اور کھانا بھول کر فاہیان کے اردگرد بیٹھے رہتے۔ باتیں، کہانیاں، قصے، گوتم بدھ کی مقدس تحریروں کے بارے میں ذکر چلتا رہتا۔ جب فاہیان کی آنکھیں نیند کے سامنے بے بس ہوکر بند ہونے لگتیں۔ تب بھکشو اپنی اپنی کوٹھریوں میں جا کر سوتے...... عبادت گاہ کا ہال بھکشوؤں سے بھر جاتا تو فاہیان سب کو لے کر باہر درختوں کے نیچے بیٹھ جاتا۔ پرندے درختوں پر چہچہاتے رہتے۔ فاہیان کی بات جاری رہتی۔ فاہیان نے دنیا بھر کی باتیں بھکشوؤں سے کیں مگر ان کی پیاس جوں کی توں تھی۔

ایک دن ایک بھکشو فاہیان سے کہنے لگا۔

''استاد فاہیان سنا ہے۔ بادشاہ اے یو (اشوک) نے ایک دوزخ جیسی جیل بنائی تھی۔''

ہاں'' فاہیان نے جواب دیا۔

''اور یہی دوزخ اسے جنت کے راستے پر لے گیا۔ وہ ایک بار دو پہاڑوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ اس کے درباریوں نے اسے بتلایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں راکھشسوں کے بادشاہ یان لو (2) نے بدکردار لوگوں کے لئے آگ سے بھرا دوزخ بنایا تھا............اشوک نے کہا۔

''میں بھی ایسا ہی دوزخ بناؤں گا۔''

پھر اپنے وزیروں سے پوچھا۔

''یہ کام کون کرسکتا ہے۔''

وزیر نے کہا

''یہ کام دنیا کا بہت برا آدمی ہی کرسکتا ہے۔''

چنانچہ ایسے آدمی کی تلاش شروع ہوگئی۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے انہیں ایسا آدمی مل گیا۔ یہ ایک دیو تھا۔ جس کی آنکھیں ہرے رنگ کی اور بال پیلے رنگ کے تھے۔ منہ مچھلی کا اور پیروں پر نوکیلے پنجے اگے ہوئے تھے۔ پرندے اور چار پائے اس کے سامنے بے بس تھے۔ پہلے وہ ایک خوفناک آواز منہ سے نکال کر انہیں اپنے پاس بلاتا اور پھر انہیں شکار کر لیتا تھا۔ وزیر اسے بادشاہ اے یو کے پاس لائے۔ بادشاہ نے اس سے کہا

''پہلے ایک بڑی چاردیواری بناؤ۔ اس میں دنیا بھر کی خوبصورتیاں رکھ دو۔ جو انسان کی خواہش کو بھڑکا دیں اور وہ دروازے سے اندر داخل ہو لیکن جب اندر آجائے تو ساری خوب صورت چیزیں آگ بن جائیں اور وہ جل کر راکھ ہو جائے۔''

دیو نے ایسا ہی کیا اور یہ محل نما دوزخ دیکھ کر اے یو (اشوک) بہت خوش ہوا۔''

یہاں فاہیان رک گیا اور پھر چند لمحے انتظار کیا اور بولا۔

''اور پھر اس دوزخ نے اے یو کی زندگی بدل کر رکھ دی۔''

''کیسے'' بھکشو نے پوچھا۔

''ایک بھکشو خیرات کے لئے ایک دن آ نکلا۔ دروازہ دیکھ کر سمجھا۔ اندر کوئی ہو گا۔ چنانچہ خیرات لینے کے لئے اندر داخل ہو گیا۔ جوں ہی اس نے پیر اس کے اندر رکھا۔ خوفناک آگ نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔''

فاہیان چپ ہو گیا۔ بھکشوؤں کی بے تابی بڑھ گئی۔

وہ غریب بھکشو کا انجام جاننے کے لئے بیتاب تھے۔ یک زبان ہو کر بولے۔

''پھر کیا ہوا استاد''

''شاکیہ منی نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔''

بھکشوؤں نے سکھ کا سانس لیا تو فاہیان نے بات جاری رکھی۔

''چاروں طرف پانی کی جھیل بن گئی۔ جس پر کنول کا ایک بڑا پھول تیر رہا تھا۔ جس پر وہ بھکشو سکون سے بیٹھا تھا۔ دوزخ کا ملازم بھاگا بھاگا بادشاہ کے پاس گیا اور ساری کہانی سنا دی۔ اے یو۔ (اشوک) نے آ کر سارا منظر دیکھا تو حیران رہ گیا اور دروازے کے پاس بیٹھ گیا۔ بھکشو نے اس سے بدھ دھرم کی باتیں شروع کر دیں بادشاہ بدھ کا پیرو بن گیا۔ اپنے سب گناہوں سے توبہ کی۔

''کیسے کی تلافی اپنے گناہوں کی۔'' بھکشو نے پوچھا۔

"روز آٹھ پاکیزہ باتوں پر عمل کرتا اور پئی تو (3) درخت کے پاس بیٹھ کر روتا اور توبہ کرتا...... اے یو (اشوک) کی بیوی حیران تھی کہ بادشاہ روز کہاں سیر کرنے جاتا ہے درباریوں نے جب ساری کہانی سنائی تو بیوی نے اپنے ملازم بھیج کر وہ درخت کٹوا دیا۔ اے یو کو بڑا افسوس ہوا اور کٹے ہوئے درخت کے پاس بیٹھا روتا رہا۔ کٹے درخت کے اردگرد ایک دیوار بنوا دی۔ گائے کا دودھ روز اس میں ڈالتا اور عہد کیا کہ جب تک درخت دوبارہ نہیں اگے گا وہ وہاں سے نہیں اٹھے گا............ ابھی اس نے یہ عہد کیا ہی تھا کہ درخت دوبارہ ہرا ہو گیا۔ میں نے وہ درخت دیکھا ہے۔ اس کی بلندی دس چانگ (4) ہے..........!

فاہیان نے مٹی کے پیالے سے پانی کے دو گھونٹ پئے پیالہ دوبارہ رکھا اور کہا......

"اے یو (اشوک) گوتم کا بڑا برگزیدہ بادشاہ گزرا ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس نے بچپن میں گوتم بدھ کے کشکول میں مٹی کی ایک مٹھی خیرات ڈالی تھی۔ جسے بدھ نے اپنے شاگرد آنند کو یہ کہہ کر مندر میں رکھوا دی تھی اور کہا تھا کہ یہ بچہ اس مٹی سے میرے نام کے سٹوپ بنائے گا........... گوتم بدھ کی یہ بات سچی ثابت ہوئی اور اے یو (اشوک) نے بدھ کی یاد میں 84000 ہزار سٹوپ بنوائے اور ہند کے کونے کونے میں بدھ دھرم کو پھیلایا کیونکہ یہی سچا دھرم، یہی نروان کا راستہ اور اسی میں فانی انسان کی مکتی ہے............"

یہ کہہ کر فاہیان نے اپنی طرف دیکھتے ہوئے بھکشوؤں کی آنکھوں میں جھانکا اور مسکرا کر بولا

"آج اتنا کافی ہے۔ باقی کل۔"

فاہیان کی بات سن کر بھکشو بھی مسکرائے اور کوٹھریوں میں جا کر سو گئے۔

حواشی

1- اے یو (اشوک) اشوکا دی گریٹ۔ چانکیہ بادشاہ کا پوتا۔

2- یان لو۔ راکھششوں اور شیطانوں کا بادشاہ۔ بدھ دیو مالا کہانیوں کا ایک کردار۔

3- پئ تو۔ درخت جس کے پاس بیٹھ کر اشوک نے اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔

4- دس چانگ۔ 100 فٹ۔ ایک چانگ اندازاً دس فٹ کا ہوتا ہے۔

بدھا بہادرا

بدھا بہادرا۔ ہندوستانی بھکشو کتابوں کے ترجمے میں فاہیان کے لئے بڑا فائدہ مند ثابت ہوا۔ سنسکرت کے کچھ الفاظ کے ترجمے میں جب فاہیان اٹک جاتا تو بدھا بہادرا اس کے کام آتا۔

بدھا بہادرا گوتم بدھ کا بڑا جانثار بھکشو تھا۔ اس نے ہندوستان چھوڑ کر چین کے علاقے میں بدھ مت کے پرچار کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ وہ فاہیان کا بڑا عقیدتمند تھا اس طویل عمری میں فاہیان کا بدھ مت کے بارے میں شوق دیکھ کر وہ بڑا متاثر ہوتا تھا۔

''ان کتابوں کی تلاش میں ہند میں آپ نے بہت کشٹ کاٹے۔ وہ اب بھی آپ کو یاد آتے ہونگے۔''

''ہاں، لیکن وہاں مجھے اتنی محبت ملی۔ اتنا پیار ملا کہ یہ سارے کشٹ بھول گیا ہوں''۔

فاہیان سے جب بھی کوئی ہند یاترا کا ذکر کرتا تھا وہ کہیں بہت دور نکل جاتا

تھا۔ یادوں کے پر اسے اڑا کر کہیں دور لے جاتے تھے۔ بدھا بہادر انے ہند کی بات کی تو وہ سب کچھ بھول کر اپنی یادوں میں ڈوب گیا۔

''پالیان فو کا مٹیلا کارناٹ۔''

''یہ کون تھا۔'' بدھا بہادرانے پوچھا

''پالیان فو شہر کا وزیر۔''

''پالیان فو میں داخل ہونے کے لئے محصول دیا جاتا تھا۔ سپاہی نے بڑے دروازے پر مجھے روک کر پیسے مانگے تو میں نے کہا میرے پاس کوئی پیسہ نہیں مٹیلا کارناٹ پالیان فو کے محل سے باہر آ رہا تھا۔ پچاس ملازموں کا ہجوم اس کے ساتھ تھا۔ مجھے دیکھا۔ سپاہی کو اشارہ کیا اور بڑی محبت سے میرے حالات دریافت کئے اور پھر اپنے گھر لے گیا۔ کھانا کھاتے ہوئے مجھ سے کہنے لگا۔

''آج ہی دربار میں چین کا ذکر ہو رہا تھا''

''کس حوالے سے۔''

''چینی کے برتن اور ریشم کے حوالے سے۔ سنا ہے یہ دونوں چیزیں وہاں بہت ہوتی ہیں۔'' سٹیلا نے پوچھا۔

''ہاں۔ بہت محنت سے یہ دونوں کام ہوتے ہیں۔''

ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ اس کا ملازم آیا اور کہنے لگا۔

''وہ کھانا نہیں کھا رہا''

مٹیلا فوراً اٹھ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا تو اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا۔

”کیا بات ہے“

”میرا بیٹا دس سال سے معذور ہے۔ اکلوتا بیٹا ہے یہ گھر، دولت اور میرا اقتدار اس کا علاج نہیں کر سکتا۔ اس کی بیماری کا غم مجھے دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔“

”کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں“

”ہاں کیوں نہیں۔“ مٹیلا نے جواب دیا اور پھر مجھے اپنے بیٹے کے کمرے میں لے گیا......لڑکا مجھے دیکھ کر چلایا۔

”میں نہیں کراؤں گا تم سے علاج۔ چلے جاؤ یہاں سے۔“

”اسکی باتوں کا برا نہ منانا۔ دراصل اسے بے شمار حکیم دیکھنے آئے ہیں اور نا کام واپس چلے گئے ہیں“۔ مٹیلا نے مجھ سے کہا۔

میں نے لڑکے کے جسم کو دیکھا۔ ٹانگوں کے معذور حصوں پر انگلیاں رکھیں۔ اور پھر لڑکے کے انکار کے باوجود اپنے تھیلے سے سوئیاں نکال کر اس کے معذور حصوں پر لگا دیں میں نے یہ کام سات دن کیا۔ اس کے بعد اسے اٹھنے کے لئے کہا اور لڑکا دس دن بعد بھلا چنگا ہو گیا۔ اس نے بعد میں مجھ سے چینی زبان سیکھی اور چین کی سیر کرنے چلا گیا۔

”سوئیوں کے اس علاج سے آپ نے بہت لوگ ٹھیک کئے“

بدھا بہادر نے پوچھا۔

”نہیں۔“ فاہیان نے جواب دیا۔

”لوگ سوئیاں دیکھ کر ڈر جاتے تھے......اس لڑکے کے علاوہ ایک مرتی ہوئی عورت کو میں نے بچایا تھا۔“

''کبھی اس سے اپنا علاج بھی کیا''

بہادرا نے پوچھا۔

''اچھا حکیم اپنا علاج خود نہیں کرتا۔ ایک بار اونٹ نے میری جان بچائی۔ ایک بار میرے پیشاب نے۔''

''پیشاب نے'' بدھا بہادرا حیران ہو کر بولا۔

''ہاں۔ پیشاب نے''

فاہیان نے بڑے اطمینان سے کہا۔

''سمندری سفر میں جب پینے کا پانی ختم ہو گیا تو مسافروں نے جان بچانے کے لئے سمندر کا پانی پینا شروع کر دیا اور وہ باری باری مرنے لگے۔ میں نے یہ دیکھ کر سمندری پانی پینے سے پرہیز کیا اور اپنا پیشاب پینا شروع کر دیا۔ لوگوں نے اعتراض کیا تو میں نے جواب دیا کہ اس میں خرابی کیا ہے۔ اپنے اندر سے نکلی چیز میں نے اپنے اندر انڈیل لی ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ جان بچانے کے لئے بدھ دھرم حرام اور ناپاک چیز کھانے کی بھی اجازت دیتا ہے۔''

یہ کہہ کر فاہیان ہنسنے لگا۔

''سب سے زیادہ شور اسی برہمن نے مچایا جس نے جہاز کے عملے کو مجھے سمندر میں پھینکنے کا مشورہ دیا تھا...... جب جہاز کنارے پر لگا۔ پینے کا پانی نظر آیا تو میں نے چھاگل بھر کر سب سے پہلے اسی براہمن کو پانی پیش کیا۔''

بدھا بہادر کے ساتھ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ بھکشوؤں کا ایک گروہ بستی سے خیرات لے کر واپس آ گیا۔ اور ان دونوں کے قریب آ بیٹھا۔ ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں۔

جب سب کھا پی کر فارغ ہو گئے تو ایک بھکشو نے فاہیان سے پوچھا۔

استاد فاہیان۔ آپ نے بہت سی باتیں کہیں مگر کبھی کی وئی لو وئی شہر (کپل وستو) کا ذکر نہیں کیا۔''

''ذکر کر کے افسوس ہوتا ہے'' فاہیان نے کہا۔

''یہ شہر شاکیہ منی کی جنم بھومی ہے۔ لیکن بالکل غیر آباد ہے۔ بنجر ویران۔ نہ لوگ، نہ گھر۔ اب یہاں الو بولتے ہیں...... یہی وہ جگہ ہے جہاں شہزادہ سفید ہاتھی پر بیٹھ کر کرنوں کی شکل میں اپنی ماں کی کوکھ میں داخل ہوا تھا۔ اسی جگہ وہ سوکھا تالاب ہے جس میں نہانے کے لئے بدھ کی ماں مایا اتری۔ نہا کر ایک ہری شاخ لے کر باہر نکلی اور مشرق کی طرف جا کر بدھ کو جنم دیا۔ اسی شہر میں شہزادے نے بوڑھے، بیمار اور مردہ آدمی کو دیکھا تھا اور غور و فکر کا آغاز کیا تھا...... مگر اب یہاں کچھ نہیں۔ بس اجاڑ گھر ہیں۔ سٹوپ ہیں اور ہاتھی پھرتے ہیں۔ سٹوپ بے شمار ہیں اور گوتم کی یاد دلاتے ہیں۔ عقیدت مندوں نے ہر جگہ جہاں سے متعلق کوئی واقعہ منسلک ہے۔ وہاں سٹوپ بنا دیئے ہیں......''

فاہیان چند ساعتوں کے لئے خاموش ہو گیا اور پھر کہنے لگا۔

''بدھ کی جنم بھومی سے 35 میل مشرق کی طرف لان موکی بادشاہت (موجود گورکھپور و ہندوستان) کا علاقہ ہی اچھا ہے جہاں کے ہاتھی انسانوں سے بہتر ہیں۔ شہر یہ بھی اجڑ چکا ہے لیکن سٹوپے موجود ہیں۔ ہاتھیوں کے غول سونڈوں میں پانی بھر کر لاتے ہیں۔ اور سٹوپوں کو دھوتے رہتے ہیں...... مجھے دیکھا تو درختوں میں چھپ گئے......''

فاہیان پھر بولا۔

''اے۔یو (اشوک) کی سلطنت موکی تو (مگدھ) کا حال بہتر ہے۔اس راجدھانی میں ایک پتھروں کا محل ہے جس کے پتھر دیوتا لائے تھے۔ بادشاہ نے دیوتاؤں کی دعوت کی تھی اور کہا تھا کہ ہر دیوتا تحفے کے طور پر ایک پتھر لائے۔دیوتا آئے پتھر لائے اور ڈھیر لگ گیا۔بادشاہ نے ان پتھروں سے محل بنا دیا۔جو میں نے دیکھا ہے۔اس سلطنت میں قدم قدم پر لائیں اور سٹوپے ہیں۔ بڑے بڑے مدرسے ہیں۔ جہاں دور دور سے لوگ دھرم سیکھنے آتے ہیں۔ بادشاہ نے بدھ مت کے پرچار کی بے مثال خدمت کی ہے...... یہاں خوشی اور نیکی کا ایک آشرم ہے جس میں غریب۔ یتیم۔ لولے۔لنگڑے۔ بیمار لوگ قیام کرتے ہیں۔انہیں کھانے پینے اور پہننے کو دیا جاتا ہے۔لوگ بہت امیر ہیں۔دل کھول کر فلاحی کاموں پر خرچ کرتے ہیں......شہر کے نزدیک بدھ کے پیروں کا نشان ہے جہاں لوگوں نے ایک عبادت گھر بنا دیا ہے...... اے۔یو (اشوک) نے آٹھ سٹوپے گرائے تھے۔لیکن پھر 84000 ہزار سٹوپے بنائے۔سب سے بڑا سٹوپہ اسی شہر میں ہے...... کاش چین کی سلطنت میں بھی کوئی بدھ کا ایسا عاشق ہو۔''

فاہیان نے مایوسی سے آسمان کی طرف دیکھا۔اداس ہو گیا اور بدھا بہادر اسمیت سب بھکشو فاہیان کی طرف دیکھنے لگے۔

....

آخری بات

فاہیان آج بہت تیزی سے عبادت خانے میں گھوم رہا تھا۔ سب سے باتیں کر رہا تھا۔ کچھ نوجوان بھکشوؤں کو نصیحت اور عمر میں بڑے بھکشوؤں کو نوجوانوں سے اچھا سلوک کرنے کی ہدایات۔ درختوں کی چھاؤں میں بیٹھ کر اس نے بھکشوؤں کے ساتھ کھانا کھایا۔ یہ اگرچہ عبادت خانے کی روایات کے خلاف تھا مگر نہ جانے کیوں وہ ایسا کر رہا تھا۔ ساری دوپہر اس نے باتیں کرتے اور بدھ کی کہانیاں کہتے گزاری۔

سان سن کو لے کر وہ عبادت خانے سے باہر گھومنے پھرنے گیا اور شام کو حسب معمول ہال میں اس نے محفل سجائی اور بھکشوؤں کے سوالات کے جوابات دئے۔

ایک بھکشو نے کہا

''استاد فاہیان ہند کا سفر کیا آپ نے۔ کیا اب بھی ہند آپ کو یاد آتا ہے۔''

فاہیان نے کہا

''جس دھرتی پر شاکیہ منی پیدا ہوا، چلا پھرا، نروان حاصل کیا، آخری وقت گزارا، کیا وہ دھرتی بھلائی جا سکتی ہے۔''

''یہ تو بات ٹھیک ہے۔'' بھکشو بولا

''لیکن پھر بھی کوئی واقعہ، کوئی جگہ، کوئی آدمی جو آپ نہ بھولے ہوں۔''

فاہیان نے کچھ سوچا اور کہا

''ہاں...... وہ تمام مقامات جہاں شاکیہ منی نے وقت گزارا کپڑے دھوئے، بیٹھ کر پراتھنا کی، قربانیاں دیں، جہاں پاؤں رکھا، جہاں اس کا دانت ٹوٹا، جہاں اس نے سر دان میں دیا.......... یہ تمام مقامات میں دیکھ آیا ہوں۔ انہیں بھلانا میرے بس میں نہیں۔ جو واقعات گزرے۔ میں بانس کی پوروں پر لکھ رہا ہوں۔ اچھے کردار رات کو اکثر یاد آتے ہیں.......... ماتی اور ہمدرد بوڑھا۔ بہت یاد آتے ہیں۔ انہوں نے بدھ کے اس بھکشو کی بڑی مدد کی۔ بڑی دیکھ بھال کی.......... یہ دونوں بہت یاد آتے ہیں۔ یہ جہاں بھی ہیں۔ شاکیہ منی انہیں خوش رکھے۔''

یہ کہہ کر فاہیان ذرا جذباتی ہو گیا کچھ دیر بیٹھا باتیں کرتا رہا پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اس کے کمرے کا دیا ساری رات جلتا رہا۔

دوسری صبح سارے بھکشو ہال میں جمع ہو گئے۔ انہیں آج فاہیان استاد سے بہت سے سوال پوچھنے تھے۔ سن سان پریشان تھا کہ آج فاہیان کو ہال میں آنے میں دیر کیسے ہو گئی۔

''میں جا کر دیکھتا ہوں۔''

سن سان فاہیان کے کمرے کی طرف بڑھا۔ دروازہ آدھا کھلا تھا۔ سان سن نے

آواز دی۔

''استاد فاہیان''

اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ دو ایک آوازیں دینے کے بعد سان سن دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا فاہیان سونے والی جگہ پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ دیئے کا تیل ختم ہو چکا تھا۔ بتی جل کر دھواں دے رہی تھی۔ سارا کمرہ دھوئیں سے بھر گیا تھا۔ سان سن نے پکارا

''استاد فاہیان''

جب فاہیان نہ بولا تو سان سن نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فاہیان کا سارا جسم زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ فاہیان مر چکا تھا............سن سن نے اسے سیدھا کر کے لٹایا۔ اس کے چہرے پر 86 سال کی عمر میں بھی رہی معصومیت وہی پاکیزگی تھی۔ جو 5 سال کے بچے کے چہرے پر ہوتی ہے۔

....

میں فاہیان ہوں

سن سی عبادت گاہ کے سارے بھکشو فاہیان کی جدائی میں رو رہے تھے۔ وہ ہال جہاں بیٹھ کر فاہیان بدھ دھرم کی گھتیاں کھولتا تھا آج اداس تھا۔ عبادت گاہ کے درخت، صحن، در و دیوار آنکھیں پھاڑ پھاڑ اس چبوترے کو دیکھ رہے تھے جس پر فاہیان کی لاش پڑی تھی۔

سن سان فاہیان کے کمرے میں ہر چیز کو سلیقے سے رکھ رہا تھا۔ جب وہ ساری چیزیں سمیٹ کر باہر جانے لگا تو اس کی نظر بانسوں کی تین چار پوروں پر پڑی۔ وہ اس کی طرف بڑھا اور بانسوں کے چار ٹکڑے اٹھا لئے جن پر فاہیان نے اپنی آخری گفتگو کندہ کی تھی۔ شن سن نے آنکھوں میں آنسو لے کر یہ تحریر پڑھنا شروع کر دی۔ اس کی آواز آہستہ آہستہ بلند ہوتی گئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ساری عبادت گاہ اس آواز سے گونجنے لگی۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے فاہیان سارے بھکشوؤں سے مخاطب ہے۔

میں فاہیان ہوں

میں فاہیان ہوں۔ گوتم بدھ کا بھکشو فاہیان جو 65 سال کی عمر میں گوتم کا قانون لینے ہند یاترا پر گیا۔ ریت کا سمندر پار کیا۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھا۔ دریاؤں کے سینے میں اترا۔ بھوک پیاس برداشت کی۔ خطرات سے کھیلا۔ خوف، ڈر، ہولناک راستوں کی پرواہ نہ کی۔ صرف شاکیہ منی کے حکم کو پورا کرنے کے لئے قدم بڑھاتا رہا۔ 30 سلطنتوں کی خاک چھانی۔ بدھ کی تعلیمات، دینیات، اخلاقیات اور کتابیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر اکٹھی کیں۔ بدھ کے ذکر کو لوح دل پر رقم کیا۔ بدھ کی باتوں کو سینے کے غار میں بند کیا۔ بدھ کا کہا جو لفظ ملا اسے محفوظ کرلیا۔ بدھ جہاں پیدا ہوا، جہاں جہاں گیا، جہاں بچپن، جوانی اور بڑھاپا گزارا، جہاں اس نے عبادت کی، چلے کاٹے، فاقے کیئے، کپڑے دھوئے، میں وہاں گیا۔ میں نے سب کچھ دیکھا اور اب 86 سال کی عمر میں واپس آ کر یہ سب کچھ چین کے لوگوں کو بتلا رہا ہوں ......شاکیہ منی نے خواب میں آ کر مجھ سے کہا تھا......

''......فاہیان، ہان (چین) کی سلطنت میں بدھ دھرم تو آ گیا ہے۔ بدھ کا قانون نہیں آیا۔ ہند جاؤ اور یہ قانون لا کر چین کے لوگوں کے حوالے کرو......''

میں نے بدھ کا قانون چین کے لوگوں کے حوالے کر دیا ہے۔ اب وہ جانیں اور ان کا کام۔ لوگ کہتے ہیں دھرم کے لئے جتنی مشکلات میں نے برداشت کیں کسی اور نے نہیں کی ہوں گی۔ دھرم کے لئے اس طرح اپنے آپ کو کوئی نہیں بھولا جس طرح فاہیان بھولا ہے۔ یہ سب کر سکتے ہیں۔ سچائی پر کلی یقین کر کے ہر آدمی دھرم کے لئے یہ سب کچھ کر سکتا ہے جو میں نے کیا۔ دھرم کی محبت

ہی انسان میں یہ جذبہ اور ذوق وشوق پیدا کرتی ہے۔ محنت، لگن اور قابلیت کے بغیر اس دنیا میں کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہی میری زندگی کا نچوڑ ہے۔ یہی مقصد حیات ہے۔ میرا یقین ہے کہ اگر محنت اور لگن کے ساتھ چھوٹے سے چھوٹا کارنامہ بھی سرانجام دیا جائے تو دنیا اسے کبھی فراموش نہیں کرتی اور اس کا نام زندہ رہتا ہے......''

سن سان نے روتے روتے یہ تحریر ختم کی۔ اس کا چہرہ آنسوؤں میں بھیگا ہوا تھا۔ اسے نہیں پتہ کہ وہ یہ تحریر پڑھتے پڑھتے کب باہر آیا اور کب سارے بھکشو اس کے سامنے آ کر کھڑے ہوئے۔ بس اسے اتنا یاد ہے کہ سارے بھکشو رو رہے تھے اور فاہیان کی تحریر سن رہے تھے۔ جب وہ تحریر ختم کر چکا تو سارے بھکشو یک زبان ہو کر بولے۔

''استاد فاہیان ہمیشہ زندہ رہے گا''

سارا عبادت خانہ اس آواز سے گونج اٹھا اور یہ گونج فضا میں چاروں طرف پھیل گئی۔

....



بدھ مت کے مشہور پیروکار فاہیان کا تعلق چین کے دونگ چھین خاندان سے تھا۔ انہوں نے بدھ مت کے علم کے حصول، بدھ مت کا قانون سیکھنے اور مہاتما بدھ کے آثار دیکھنے کے لئے ۳۹۹ء میں برصغیر کا سفر اختیار کیا۔ انہیں برصغیر کا دورہ کرنے والا پہلا چینی بھی کہا جاتا ہے۔ سفر کے آغاز میں اُن کے ساتھ دس آدمی تھے جن میں سے کچھ آدھے راستے میں ہی حوصلہ ہار گئے، کچھ بیمار ہو کر فوت ہو گئے۔ اکیلے فاہیان نے ہی یہ کٹھن سفر مکمل کیا اور بدھ مت کی کتابیں لے کر سمندری راستے سے واپس چین پہنچے۔ وہاں انہوں نے سنسکرت کی ان کتابوں کا چینی زبان میں ترجمہ کیا اور اپنے اس سفر کے تجربات اور مشاہدات کے بارے میں ایک کتاب ''بدھ مت کے ملکوں کی روداد'' لکھی۔

فاہیان کے اُس سفر کی روداد کو اصل حالات و واقعات کے ساتھ اس خوبصورتی سے ناول کے قالب میں ڈھالا گیا ہے کہ قارئین تاریخی حقائق کی جانکاری کے ساتھ ساتھ فکشن سے بھی لطف اندوز ہوں۔

Title Designed: S. Muhammad Ali

زیر اہتمام
مشترکہ اشاعتی پروگرام

الفیصل ناشران و تاجران کتب

لوک ورثہ
LOK VIRSA

ISBN 969-503-311-0